(حصہ اول)

جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن

مؤلف
مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خانصاحب
خلیفہ مجاز
حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

تصحیح ونظرثانی: مفتی عبدالواحد

ناشر
واحدی کتب خانہ
بلاک نمبر ۳، ۳۶/جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ کہتے ہیں دل میں کسی بات کو جمانا، دل کا کسی بات کو قبول کرنا لیکن شریعت میں عقیدہ کہتے ہیں کہ جن باتوں کی اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول نے خبر دی ہے اُن کو اسی طرح ماننا اور قبول کرنا، دل میں جمانا۔ جیسے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خبر، سوال و جواب قبر، حساب کتاب قیامت، جنت، دوزخ کی خبر، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کے فرض ہونے کی خبر، شراب، زنا اور جوا وغیرہ کے حرام ہونے کی خبر وغیرہ۔

س۔ کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا ایمان لانے کے لیے کافی ہے یا اس کے معنی و مطلب کا سمجھنا بھی ضروری ہے؟

ج: صرف زبان سے بدون مطلب کے سمجھے ہوئے پڑھ لینا کافی نہیں۔ معنی و مطلب کو سمجھے اور دل سے اُن باتوں کو یقین جانے، اور زبان سے اقرار کرے تب

مومن کہا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی گونگا ہو تو معذوری ہے، اُس کا صرف اس طرح اشارہ کرنے سے کہ جو توحید پر اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر علامت و دلیل ہو سکے کافی ہے۔

وجود باری تعالیٰ پر دلائل

س: خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر کچھ آسان اور عام فہم دلائل بیان کیجئے۔

ج: پہلی دلیل، معمولی سی بات کے لیے دلیل کی کیا ضرورت، ذرا سوچو جب ایک معمولی سا عام معمولی سی چیز بدون کاریگر اور بدون فاعل کے نہیں ہو سکتی تو بھلا اتنا بڑا کارخانہ اپنے آپ بدون صانع[1] کے کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ وجود باری تعالیٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ایک بات کی فکر میں فکرمند ہوں لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دریا میں ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی ہے کوئی اس کی نگہبانی نہیں کرتا، نہ کوئی چلاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ کشتی خود بخود آتی جاتی چلتی پھرتی ہے، موجوں کو چیر پھاڑ کر نکل جاتی ہے لوگوں نے کہا یہ بات تو عقل کے خلاف ہے کوئی عاقل تو ایسی بات نہ کہے گا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا افسوس تمہاری عقل پر کہ جو چیز موجودات جس میں عالم علوی و سفلی ہے اور یہ اشیاء جن پر یہ عالم مشتمل ہے کیا ان کا کوئی بنانے والا نہیں، کوئی چلانے والا نہیں۔ اتنا بڑا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے؟ کسی شے کا وجود بدون بنانے والے کے عقلاً ممکن نہیں ہو سکتا

---

[1] تعالیٰ کے دلائل کے صانع بنانے والا

کیونکہ وجود کا ایک اثر ہے کہ جو بدون کسی اثر کرنے والے کے نہیں ہو سکتا پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ عالم جہانی بدون کسی اثر کرنے والے کے موجود ہو جائے بلکہ یہ عالم مستلزم ہے اپنے اثر وجود میں اپنے موثر کے وجود کو پس ثابت ہوا کہ وہ ذات موثر موجود ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ قوم یہ سن کر متحیر ہوئی اور حق کی طرف رجوع کیا اور امام اعظم کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔

دوسری دلیل

امام شافعی صاحبؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل قائم کی کہ شہتوت کے درخت کے پتے کو دیکھو کہ اس کا مزہ ایک ہے جب کیڑا اس کو کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور شہد کی مکھی اس کو کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے اور بکری اور چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ہرن چرتا ہے تو مشک ہو جاتا ہے حالانکہ چیز ایک ہی ہے۔ آخر یہ کس کی کاریگری ہے۔ ضرور ذات موجود صانع قادر مطلق کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

تیسری دلیل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بیان کی کہ ایک قلعہ ہے مضبوط اور چکنا ہے اس کا کوئی دروازہ ہے نہ راستہ ہے۔ ظاہر میں ایسا جیسے سفید چاندی، باطن میں ایسا جیسے خالص سونا، اچانک اس قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اس میں سے ایک جاندار سنتا، دیکھتا، اچھی شکل حسین آواز کا نکلا تم سمجھ گئے ہو گے کہ وہ کیا ہے؟ وہ انڈا ہے جس سے پرند پیدا ہوتا ہے۔ یہ کھلی اور واضح دلیل ہے کہ ذات موجود احد قدیر کی قدرت کی کاریگری ہے۔

چوتھی دلیل

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون رشید کے پوچھنے پر کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ لغات، آوازوں اور نغموں کا اختلاف صانع حقیقی کے موجود ہونے پر کھلی دلیل ہے۔

پانچویں دلیل

غرض یہ جو شخص بھی آسمانوں میں ان کی بلندی بلا ستون اور وسعت
اور پھیلاؤ میں، اور بڑے چھوٹے ستاروں میں جو چلتے پھرتے اور ٹھہرے
ہوئے ہیں غور و تامل کرے گا اور دیکھے گا کہ کس طرح آسمان عظیم الشان کے ساتھ
ساتھ چکر کھاتے ہیں، اور پھر بھی اپنی خاص چال علیحدہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان دریاؤں
کی طرف جو شخص نظر کرے گا جو کہ زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ایک
مرکز سے دوسرے مرکز کی طرف نفع کے لیے کس طرح بہتے ہیں اور ان پہاڑوں پر جو
کوئی خیال کرے گا جو کہ زمین پر رکھے ہوئے ہیں تاکہ زمین والے قرار و سکون سے
رہیں۔ اور ایسے ہی ان طرح طرح کے حیوانات اور قسم قسم کی نباتات اور بوٹیوں پر
غور کرے گا کہ جن کے مزے اور بو، اور شکلیں جدا جدا ہیں۔ حالانکہ مٹی پانی کی طبیعت
ایک ہے تو ایسا شخص یقیناً خالق کے وجود اور اس کی قدرت عظیم، حکمت بالغہ اور
رحمت و لطف اور احسان کو ضرور تسلیم کرے گا۔ یعنی یہ تمام مختلف عجائبات اور منافع
اس بات پر دلیل تاباں، برہان درخشاں اور حجت نمایاں ہیں کہ ان کا خالق صانع حکیم ہے
وعلیم ہے۔

خدا تعالیٰ کے وجود پر چھٹی دلیل فطری

عورت مرد دونوں انسان ہیں، مگر شکل
میں کس قدر فرق ہے کہ مرد کی خلقت و
بناوٹ جدا، مرد سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مرد سے مرد
کو وہ راحت و سکون حاصل نہیں ہو سکتا جو عورت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو ایک ہی نوع
کے افراد میں اس قدر تفاوت، اور اس میں مصالح کی اس قدر رعایت بدون صانع حکیم
کے نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اصلی بنانے والا ضرور ہے

عرب کے ایک گاؤں کا رہنے والا کہتا ہے۔

اَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ، اَلْاَثَرُ يَدُلُّ عَلَى الْمَسِيْرِ، فَسَمَاءٌ ذَاتُ الْاَبْرَاجِ وَالْاَرْضُ ذَاتُ الْفِجَاجِ كَيْفَ لَا يَدُلَّانِ عَلَى اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ۔ یعنی اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے۔ اور نشانِ قدم دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے۔ سے کوئی

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ؛ کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

تو یہ بڑے بڑے ستاروں اور چاند و سورج والا آسمان اور یہ کشادہ اور فراخ شگافوں والی زمین اپنے صانع حکیم کے وجود پر کس طرح دلالت نہ کرے گی، ضرور کرے گی۔ سبحان اللہ ایک گاؤں کا ان پڑھ کیسی عجیب بات کہتا ہے کہ جب آثار مؤثر پر دلالت کرتے ہیں دھواں دیکھ کر ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں آگ ہے۔ ایک نفیس عمارت دیکھ کر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا بنانے والا ضرور ہے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ نشانِ قدم خود ہی بن گیا ہوگا، یہ مکان خود ہی تیار ہو گیا ہوگا۔ پھر حیرت ہے کہ تم تاروں بھرا آسمان اور وہ بھی بے ستون، اور یہ پہاڑ، زمین دیکھ کر اور اس کے نظامِ اکمل کا مشاہدہ کر کے تم کو ایسے صانع کا علم نہ ہو اور یوں کہو کہ یہ ضرور ہی اپنی طبیعت سے بن گئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مصنوعات سے صانعِ حقیقی پر استدلال فلسفی طریق پر بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کے وجود پر ساتویں فلسفیانہ دلیل

ہم کو بہت سی چیزوں کا حدوث مشاہد ہے اور بعض کا حدوث مشاہد نہیں تو ان کے احوال کا تغیر و انقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ حادث ہیں، کیونکہ کل حادث

لہ حدوث۔ نیا پیدا ہونا۔ یعنی پہلے سے نہ ہو بعد میں ہو۔

کا حادث ہونا ہے، لہٰذا اشیاء عالم کا تغیر و انقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور حادث کے لیے ممکن ہونا لازم ہے اور ممکن کے لیے کسی مرجّح[1] کی ضرورت ہے کیونکہ ممکن وہ ہے جس کا وجود و عدم دونوں مساوی ہوں یعنی نہ اس کے لیے موجود ہونا ضروری ہو اور نہ معدوم ہونا ضروری ہو۔ اور جس کا وجود و عدم برابر ہو تو اس کے وجود کے لیے کوئی مرجّح ہونا چاہیے ورنہ ترجیح بلا مرجّح لازم آئے گی اور ترجیح بلا مرجّح باطل ہے۔ پھر اس مرجّح میں گفتگو کی جائے گی کہ وہ ممکن ہے یا کچھ اور ہے۔ اگر مرجّح ممکن ہو تو اس کے لیے دوسرے مرجّح کی ضرورت ہوگی اور چونکہ تسلسل محال ہے اس لیے کہیں نہ کہیں سلسلہ ختم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ مرجّح ایسی ذات ہے جو ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود[2] ہے یہی ذات جسے ہم صانع و خلّاق[3] عالم کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ صانع عالم موجود ہے وہی ہر شے کا خالق اور بنانے والا ہے۔

آٹھویں عقلی دلیل

س: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ خدا ایک ہے؟

ج: عزیز من یہ تو ایک عقلی چیز ہے کہ بھلا ایک ملک میں دو بادشاہوں کی حکومت کہیں چل سکتی ہے۔ حکومت کا خاصا ہے یکتائیت کہ اپنی حکومت میں دوسرے کی شرکت مرگ گوارا نہیں ہوتی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی بادشاہت [illegible] پاسکتا کہ اس کی بادشاہت پر بھی میں ہی قابض ہو جاؤں تو بھلا پھر سلطنت میں تو کیونکر شرکت گوارا ہو سکتی ہے۔ یہی شرکت خدا تعالیٰ کی خدائی میں شرک کہلایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے

۱؎ مرجّح۔ ترجیح دینے والا ۲؎ واجب الوجود۔ جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

۳؎ [illegible] عالم کا پیدا کرنے والا۔

کرانے کی ضرورت ہی کیا پڑی کیونکہ دوسرے کرانا بھی اگر ہوگا تو یا ضعفِ علم کی وجہ سے یا ضعفِ قدرت کی وجہ سے۔ یا ضعفِ فہم کی وجہ سے۔ یا قلتِ تجربہ کی وجہ سے۔ جیسا کہ پارلیمنٹری صورت میں ہوتا ہے۔

سو یہ ضعف یا اور کسی قسم کا ضعف جو دوسرے کی طرف محتاج کرنے والا ہو خدا ہونے کے منافی ہے، کیونکہ پھر خدا کی خدائیت و حکومت اور دوسرے دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت و حکومت میں فرق کیا ہوا۔ حالانکہ خدا وہ ہے کہ خود اپنی ذات میں ہر اعتبار سے خود مختار و مستقل ہو، کسی اعتبار و جہت سے کسی کی طرف ذرا احتیاج نہ ہو حتیٰ کہ ایجادِ عالم؎ میں مادہ؎ کا محتاج نہ ہو ورنہ وہ خالق نہ ہوگا بلکہ صانع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر حکماء گذرے ہیں جیسے بقراط و سقراط، ارسطو، افلاطون، سب موحد تھے۔ خدا کو ایک جانتے ایک مانتے تھے۔

غرض یہ کہ اگر کسی پر خارجی اثرات مسلط نہ ہوں تو وہ فطری فہم کے مطابق ضرور بالضرور خدا کو ایک سمجھے گا بلکہ اس کے ساتھ صفات میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔ بھلا ذات میں تو کسی کو کیا شریک ٹھہرا سکتا ہے۔ میں خدا کی وحدانیت پر ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ شرکت کا معاملہ ہمیشہ جھگڑا ہی رکھتا ہوگا۔ ایک نہ ایک نقص و فتور اس میں ضرور پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اس ذاتِ واحد نے اپنے کلام میں خود تصریح فرمائی ہے۔ فرمایا: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر آسمان و زمین میں بہت سے معبود ہوتے تو عالم کا انتظام بگڑ جاتا۔ کیونکہ دو خدا ہوتے تو وہ دونوں یا تو

؎ عالم کے پیدا کرنے میں ؎ مادہ، ہر شے کی اصل۔

قدرت والے ہوتے۔ اور یا ایک عاجز ہوتا، تو جو عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق کہاں، اور دونوں قدرت والے ہو نہیں سکتے، کیونکہ ان کی آپس میں مخالفت ممکن ہوگی۔ گرچہ بالفعل آپس میں اتفاق ہو۔ جیسے ایک نے زید کو مارنا چاہا تو دوسرے نے کسی وقت زید کے لیے زندگی چاہی تو ضروری ہے کہ اس کے لیے موت ہوگی یا زندگی۔ کیونکہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں یہ محال ہے۔ سو اگر اس کو موت ہوئی تو جس نے حیات چاہی تھی اس کا عجز ثابت ہوا۔ اور اگر زندہ رہا تو جس نے زید کا مرنا چاہا تھا وہ عاجز ہوا۔ بہر حال دونوں میں سے ایک کو عاجز ضرور ہونا پڑا اور جو عاجز ہو وہ عالم کا خالق اور واجب الوجود خدا نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے۔ شریک و شرکت محال و ناجائز ہے۔

س: اختلاف کا امکان ہی کیوں ہو، دونوں متفق ہو کر رہیں گے؟

ج: اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں میں اختلاف ممکن نہیں اتفاق ہی رہے گا تو ہم کہیں گے کہ جب ایک کا فعل کافی ہو گیا تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت، جب احتیاج نہیں اور ایک کا وجود کافی ہے، تو دوسرا نما ود معطل ہوگا۔ اور تعطل شانِ قدرت سے محال ہے۔ لہٰذا دوسرے خدا کا وجود محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

صفات کا بیان

س: صفات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

ج: صفات دو قسم کے ہوتے ہیں، ذاتی اور اضافی۔ ذاتی صفات جیسے صفت وجوب، علم، قدرت، ارادہ، حیوٰۃ، کلام، سمع، بصر، اضافی جیسی احیاء (زندہ کرنا) اماتت (مارڈالنا)، رزاق (رزق دینا)، تخلیق (پیدا کرنا) ان صفات میں سے کسی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں، اسی طرح جو افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان کو کسی کے لیے کرنا بھی شرک ہے۔ جیسے عبادت کے طور پر کسی کے سامنے کھڑا

ہونا، جھکنا، مثلاً نماز کسی کے لیے پڑھنا یا روزہ کسی کے لیے رکھنا یا سجدہ یا رکوع کسی کے لیے کرنا۔

س: ذرا ان صفات کی وضاحت فرما دیجیے، کیونکہ علم و قدرت وغیرہ تو ہم مخلوق میں بھی پاتے ہیں پھر شریک نہ ہونے کے کیا معنی؟

ج: سمجھیے اور غور سے سنیے!

وحدت: وحدت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو دل سے ایک جانے ایک مانے، کسی حیثیت سے بھی اس کو کسی کا محتاج نہ جانے، نہ باپ کی حیثیت سے، نہ بیٹے کی حیثیت سے، نہ بیوی کی حیثیت سے، نہ عالم کو پیدا کرنے میں مادّہ کی حیثیت سے، اور نہ دست تدبیر کے مشورہ لینے کی حیثیت سے۔ بس ہر حیثیت سے وہ یکتا ہے۔ دل سے ایک سمجھے اور زبان سے ایک ہونے کا اقرار کرے لہٰذا اس طرح کسی اور کے لیے صفات یکتائی ماننا یہ شرک فی التوحید ہے۔

وجوب: وجوب کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات کا موجود ہونا خود اپنی ذات میں ضروری ہے۔ اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ وہ ذات ازلی اور ابدی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا، خود بخود اپنی ذات میں موجود ہے۔ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اشیاء اس کی محتاج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجب الوجود ہونے کے یہ معنی ہوئے۔ لہٰذا اس طرح کسی اور کو ماننا یہ شرک فی الوجوب ہے۔

قدم: قدم کے معنی ہیں کہ جو شے ہمیشہ سے ہو ہمیشہ رہے۔ ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ لہٰذا قدم اُسی کی صفت کا ملہ ہے۔ اس

طرح کسی اور کے لیے قدیم ہونا ماننا یہ شرک فی القدم ہے۔

علم: علم کے معنی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونے کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، دریا کے اندر ہو یا پتھر کے اندر پہاڑ میں ہو یا میدان میں، سب کا اس کو علم ہے حتیٰ کہ کسی کے دل میں کوئی خیال بھی آئے خدا تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے بلکہ جو چیز موجود نہیں ہوتی اس کے موجود ہونے سے پہلے ہی اس ذات واحد کو اس کا علم ہے۔ علم غیب اسی ذات واجب الوجود کی خاص صفت ہے۔ اس کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

قدرت: قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قسم کی طاقت خداوند تعالیٰ کو شریعت کہ میں ہے کہ عالم کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے پھر فنا کرنے اور بعد کو موجود کرنے کی قدرت و طاقت اسی ذات واحد میں ہے۔

ارادہ: ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو چاہے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اختیار سے فنا کرتا ہے۔ تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے۔ کسی بات میں وہ مضطر و مجبور نہیں بلکہ خلق و تکوین سب اس کے اختیار میں ہے۔

حیوۃ: حیوۃ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گی، یہ صفت خاص اسی کی ہے۔

کلام: کلام کے معنی ہیں بولنا، خدا تعالیٰ بغیر زبان کے بولنے والا ہے اسے کلام میں زبان کی احتیاج نہیں، کیونکہ احتیاج مخلوق کی صفت ہے۔

خالق اسباب و آلات کا محتاج نہیں۔ اچھا دیکھو تو موٹی بات ہے کہ زبان جو کلام کرتی ہے کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے، اگر ہے تو اس زبان کے لیے بھی کوئی زبان ہے، علیٰ ہذا القیاس، اور ایسا ہے نہیں کہ زبان کے لیے زبان ہو تو معلوم ہوا کہ زبان بلا زبان کلام کرتی ہے تو کلام کے لیے زبان ہونا ضروری نہیں، جس ذات نے وہ زبان گوشت کے ٹکڑے میں یہ طاقت رکھی ہو وہ خدا یہ طاقت جس عضو کی طرف چاہے منتقل کر دے اسی وجہ ہے کہ قیامت میں ہاتھ پاؤں وغیرہ بطور گواہ بندوں کے افعال کی گواہی دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کلام کرنے کے لیے آلۂ زبان کا محتاج نہیں ورنہ وہ واجب الوجود نہ ہوگا۔

سَمِیْعٌ۔ سمیع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر بات کو بلا کان سنتا ہے خواہ کتنی ہی آہستہ سے ہو یا کتنی ہی زور سے ہو۔

بَصِیْرٌ، بصیر کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کو بلا آنکھ دیکھتا ہے۔ خواہ کہیں ہو کتنی ہی ذرا سی ہو۔ اندھیرا اُجالا نزدیک، دور دیکھنے اور سننے کے لیے سب برابر ہیں۔

اِحْیَاء۔ احیاء کے معنی زندہ کرنا ہے خدا تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا ہے اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اِمَاتَتْ۔ اماتت کے معنی ہیں مارڈالنا ——— یہ مارڈالنا اسی کے اختیار میں ہے۔ سوائے اس کے کوئی موت دینے والا نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو یہ دو باتیں احیاء اور اماتت مشہور ہیں یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو معجزہ کے طور پر عطا کی ہوئی چیز تھی۔ جیسا کہ بہت سی باتیں بطور معجزہ انبیاء علیہم السلام

کرم فرما تی ہیں۔

رَزَّاق۔ یعنی رزق دینا۔ رزاق ہونا بھی خدا تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ سوائے اس کے کوئی رزاق نہیں۔ ان صفات کے علاوہ بہت سی صفات کمالیہ ہیں اور وہ سب ازلی و ابدی اور قدیم ہیں۔ اُن میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اُس ذات کا نام تو ایک ہے یعنی اللہ اور باقی اسما صفاتی ہیں جیسے۔ رَحْمٰن، رَحِیْم، قادِرْ، قَدِیْرْ، حَافِظْ، حفیظ، عَزِیْز، لطیف، وغیرہ اسماء صفاتی بہت ہیں اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ایسی ذات واجب الوجود ہے جو تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے۔

اسمائے حُسنیٰ کا بیان

س: ہم نے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں پھر اسما کثیرہ غیر متناہی کہاں ہوئے۔

ج: وہ اسماء جو ننانوے ہیں وہ بطور اُصول کے ہیں اور جو اسماء ان کے علاوہ ہیں وہ صفاتی ہیں، ورنہ یوں اسما تو بہت ہیں اور وہ ننانوے اسماء یہ ہیں۔

اَللّٰهُ اللہ	اَلرَّحْمٰنُ بڑا مہربان	اَلرَّحِيْمُ نہایت رحم والا	اَلْمَلِكُ بادشاہ حقیقی	اَلْقُدُّوْسُ سب عیبوں سے پاک
اَلسَّلَامُ سلامتی دینے والا	اَلْمُؤْمِنُ امن دینے والا	اَلْمُهَيْمِنُ نگہبان	اَلْعَزِيْزُ غالب	اَلْجَبَّارُ نہایت زور آور
اَلْمُتَكَبِّرُ عظمت والا	اَلْخَالِقُ پیدا کرنے والا	اَلْبَارِئُ عدم سے وجود میں لانے والا	اَلْمُصَوِّرُ صورت بنانے والا	اَلْغَفَّارُ بخشنے والا

اَلْقَهَّارُ بہت غضب والا	اَلْوَهَّابُ بہت دینے والا بغیر عوض	اَلرَّزَّاقُ وسعتِ رزق دینے والا	اَلْفَتَّاحُ کھولنے والا	اَلْعَلِيْمُ جاننے والا
اَلْقَابِضُ تنگ کرنے والا	اَلْبَاسِطُ فراخ کرنے والا روزی کا	اَلْخَافِضُ پست کرنے والا	اَلرَّافِعُ بلند کرنے والا	اَلْمُعِزُّ عزت دینے والا
اَلْمُذِلُّ ذلت دینے والا	اَلسَّمِيْعُ سننے والا	اَلْبَصِيْرُ دیکھنے والا	اَللَّطِيْفُ باریک بین	اَلْخَبِيْرُ باخبر
اَلْعَظِيْمُ بزرگ و برتر ذات	اَلْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا	اَلشَّكُوْرُ قدردان	اَلْعَلِيُّ بلند مرتبہ	اَلْكَبِيْرُ سب سے بڑا
اَلْحَفِيْظُ نگاہ رکھنے والا اعمال پر	اَلْمُقِيْتُ روزی دینے والا	اَلْحَسِيْبُ کفایت کرنے والا	اَلْجَلِيْلُ بزرگ تر	اَلْكَرِيْمُ سخی
اَلرَّقِيْبُ نگہبانی کرنے والا	اَلْمُجِيْبُ قبول کرنے والا	اَلْوَاسِعُ کشائش کرنے والا	اَلْحَكِيْمُ حکمت والا	اَلْوَدُوْدُ دوست رکھنے والا
اَلْمَجِيْدُ بزرگ و شریف	اَلْبَاعِثُ اٹھانے والا	اَلشَّهِيْدُ حاضر اور مطلع	اَلْحَقُّ واقع کے مطابق	اَلْوَكِيْلُ کارساز
اَلْقَوِيُّ قوت والا	اَلْمَتِيْنُ قوت والا	اَلْوَلِيُّ مددگار	اَلْحَمِيْدُ تعریف کرنے والا	اَلْمُبْدِئُ پہلی بار پیدا کرنے والا
اَلْمُعِيْدُ دوبارہ پیدا کرنے والا	اَلْمُحْيِي زندہ کرنے والا	اَلْمُمِيْتُ مارنے والا	اَلْحَيُّ سب سے پہلے زندہ	اَلْقَيُّوْمُ قائم
اَلْوَاجِدُ پانے والا	اَلْمَاجِدُ بزرگی والا	اَلْوَاحِدُ ذات صفات میں یکتا	اَلصَّمَدُ بے نیاز	اَلْقَادِرُ قدرت ظاہر کرنے والا

اَلْمُقْتَدِرُ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا	اَلْمُقَدِّمُ آگے بڑھانے والا	اَلْمُؤَخِّرُ پیچھے ہٹانے والا	اَلْاَوَّلُ سب سے پہلے	اَلْاٰخِرُ سب سے آخر
اَلظَّاهِرُ ظاہر جانے والا	اَلْبَاطِنُ باطن کا جاننے والا	اَلْوَالِيْ کارساز	اَلْمُتَعَالِيْ بہت بلند	اَلْبَرُّ نہایت احسان کرنے والا
اَلتَّوَّابُ توبہ قبول کرنے والا	اَلْمُنْتَقِمُ بدلہ لینے والا	اَلْعَفُوُّ معاف کرنے والا	اَلرَّؤُوْفُ نرمی کرنے والا	
مَالِكُ الْمُلْكِ مالک سارے جہان کا	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بزرگی والا تعظیم والا		اَلْمُقْسِطُ انصاف والا	
اَلْجَامِعُ جمع کرنے والا	اَلْغَنِيُّ بے پرواہ	اَلْمُغْنِيْ بے پرواہ کرنے والا	اَلْمُعْطِيْ عطا کرنے والا	اَلْمَانِعُ باز رکھنے والا
اَلضَّارُّ ضرر پہنچانے والا	اَلنَّافِعُ نفع پہنچانے والا	اَلنُّوْرُ روشن کرنے والا	اَلْهَادِيْ راہ دکھانے والا	اَلْبَدِيْعُ نئی طرح پیدا کرنے والا
اَلْوَارِثُ سب کا وارث	اَلصَّبُوْرُ بردبار	اَلرَّشِيْدُ رہنما عالم کا	اَلْخَبِيْرُ ہر چیز کی خبر رکھنے والا	اَلْحَكَمُ حکم کرنے والا
اَلْعَدْلُ صاحب عدل	اَلْمُحْصِيْ گھیرنے والا	اَلْاَحَدُ اکیلا	اَلْبَاقِيْ ہمیشہ رہنے والا	

اہمیتِ عقائد

دلیل قرآن شریف

س: قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا اور توحید و رسالت اور وجود

ملائکہ و قیامت کا ہونا، جنت، دوزخ وغیرہ کا ہونا قرآن شریف سے ثابت کیجیے۔

ج: سُنیے اور ان آیات کو حفظ کر لیجیے۔

(۱) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ	بے شک ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔
(۲) ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ	یہ کتاب (قرآن پاک) ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔
(۳) الم تَنزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ۔	یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔
(۴) نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔	ہم ہی نے نازل کیا ذکر کو (یعنی قرآن مجید کو) اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔
(۵) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔	ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔
(۶) حم تَنزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔	یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔

دلیلِ توحید

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے۔

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۔	کہدو کہ وہ اللہ ایک ہے۔
(۲) إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ۔	تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے رحمٰن و رحیم کے

(۳)	أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ ۔	دو معبود مت بناؤ۔

دلیل اسماء الٰہی

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں
ج: اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱)	وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا	اور اللہ ہی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں ان کے ذریعہ دعا مانگو۔

دلیل عبادت کے خاص اللہ تعالیٰ کے لیے

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔
ج: دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللّٰهَ	مت عبادت کرو مگر اللہ کی

دلیل رسالت

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔
ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۔	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔
(۲)	وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ	نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول۔
(۳)	إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۔	ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دلیل کہ رسالت تمام دنیا کے لیے ہے

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حضورؐ کی رسالت تمام دنیا کے لیے ہے۔

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ لِلْعٰلَمِيْنَ مُنْذِرًا۔ | ہم نے آپ کو تمام عالم کے لیے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔

دلیل ختم نبوت

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی؟

ج : دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ | محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

دلیل ملائکہ

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ فرشتے موجود ہیں؟

ج : دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔ | جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب (قرآن) پر اور نبیوں پر ایمان لایا۔

(۲) مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ — جو شخص خدا تعالیٰ کا، اور فرشتوں اور نبیوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے

(۳) یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ — جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بول نہ سکے گا۔

دلیلِ قیامت

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ قیامت آئے گی ؟

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْھَا۔ — بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں

(۲) اِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا۔ — بے شک قیامت آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

دلیلِ حساب و کتاب

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حساب و کتاب ہوگا ؟

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ — بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے

(۲) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۔ — پھر البتہ ضرور بالضرور قیامت کے نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔

(۱) قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں

(۲) یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَئِذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ۔

جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے۔

دلیل نامۂ اعمال کا دائیں بائیں ہاتھ میں ہونا

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ نامۂ اعمال دائیں بائیں ہاتھ میں ہوگا؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

(۲) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا۔

اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔

(۳) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ۔

اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں ملے گا

دلیل وزن اعمال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اعمال تولے جائیں گے؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے۔
(۲)	وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	اور اس روز (یعنی قیامت کے دن) وزن (اعمال) واقع ہونے والا ہے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔
(۳)	وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔	اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا، سو وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

اور وہ جو قرآن شریف میں عدم وزن کے بارے میں

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔	یعنی قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔

فرمایا گیا ہے وہ کفار کے بارے میں ہے (یعنی) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا یعنی کتب الٰہیہ کا اور اس سے ملنے کا یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

دلیلِ جنت

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱) وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ۔	اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی
(۲) وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔	اور ان دونوں جنتوں (یعنی باغوں) میں سے کم درجہ میں باغ اور ہیں یعنی دو جنتیں اور ہیں۔
(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔
(۴) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ۔	بیشک پرہیزگار لوگ باغوں (جنتوں) اور چشموں میں ہوں گے۔

دلیل وجود جنت فی الحال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت فی الحال موجود ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔	اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ (یعنی ایسی جنتیں) تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔

دلیل ہلاکت زمین و پہاڑ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ زمین اور پہاڑوں کو ختم کر دیا جائے گا؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا	اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دینگے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔
(۲) وَعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا	اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کیے جائیں گے۔
(۳) وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔	اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے۔ پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔

دلیل جہنم

س: جہنم کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(۱) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔	یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔

دلیل وجود جہنم فی الحال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جہنم پیدا ہو چکی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا۔
ہم نے کافروں کی دعوت کے لیے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے

(۲) إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاغِينَ مَآبًا۔
بیشک دوزخ ایک گھات میں لگی ہے یعنی عذاب کے فرشتے منتظر ہیں کہ کافر آئیں پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں اور سرکشوں کا ٹھکانا ہے

(۳) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا
جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے۔

دلیل دوام عذاب کفار

س: دیکھیے معلوم ہوا کہ کفار کو ہمیشہ عذاب ہوگا اور کبھی نجات نہ ہوگی؟

ج: قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱) وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔
اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لیے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔
بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کیلئے آتشیں سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

(۳) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا

بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا نقصان کر تو اللہ تعالیٰ انکو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ انکو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھائیں گے اس طرح کہ اس میں وہ ہمیشہ کو رہا کریں گے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سہل بات ہے

دلیل علم غیب

س، یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہے؟

ج، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

اور آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔

(۲) لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا هُوَ ۝

پوشیدہ باتوں کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا

(۳) لَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۝

اور تمہارے رب کے لشکروں کو سوائے رب کے اور کوئی نہیں جانتا یعنی فرشتوں کی تعداد اس کثرت سے ہے کہ اس کو بجز رب کے اور کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

س، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کی

کیا دلیل ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ	اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔
(۲) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ	اور اگر میں غیب داں ہوتا تو بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

س: اور وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ کہ رسول غیب کی بات پر بخل نہیں کرتے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب تو صاف ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، اُن کے پہنچانے میں آپ بخل نہیں کرتے بلکہ پہنچا کر حق رسالت ادا کرتے ہیں۔ دوسرے بِضَنِيْنٍ میں دوسری قراءت بِظَنِيْنٍ بھی ہے جس کے معنی ہیں اٹکل و انداز و تخمین سے بات کرنے والا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ غیب کی باتیں اٹکل و تخمین سے بیان کرنے والے نہیں، بلکہ وحی کے ذریعے ہم نے جو باتیں غیب کی بتائی ہیں آپ ان کو بیان فرماتے ہیں۔ پس اگر اس آیت سے علم غیب آپ کے لیے ثابت کیا جائے تو دوسری آیت سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہو گیا اور تعارض کلام الٰہی

میں محال ہے۔ لہٰذا علم غیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محال ہے۔ البتہ آپ کو علم کثیر واسع عطا فرمایا گیا تھا۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ نماز فرض ہے؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱)	اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔	نماز قائم کرو۔
(۲)	حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔	نمازوں کی محافظت کیا کرو اور خاص کر بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز کی۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ پنجگانہ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ۔	آپ نماز کی پابندی رکھیے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔
(۲)	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۔	پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔
(۳)	وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی	اور اوقات شب میں تسبیح کیا کیجیے اور دن کے اول آخر میں تاکہ آپ خوش ہوں۔
(۴)	اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ	نمازیں ادا کیا کریں آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ۔	تھے اور صبح کی نماز بھی۔

دلیل فرضیت زکوٰۃ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ زکوٰۃ بھی مثل نماز کے فرض ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَآتُوا الزَّكٰوةَ	اور زکوٰۃ ادا کیجئے۔

دلیل فرضیت صوم

س: روزہ داروں کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟

ج: قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔	پس جو کوئی تم میں سے ماہ رمضان کو پائے پس چاہیے کہ روزہ رکھے۔

دلیل فرضیت حج

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ حج فرض ہے؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔	اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کا۔

دلیل کتب سماوی

س: قرآن شریف کے علاوہ دوسری کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر قرآن شریف سے کیا دلیل ہے؟

ج: توریت کے بارے میں قرآن شریف میں ہے۔

(۱) اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔
بے شک اُتاری ہے ہم نے توریت کہ جس کے اندر نور اور ہدایت ہے۔

زبور کے بارے میں ہے۔

(۲) وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔
اور دی ہے ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔

اور انجیل کے بارے میں ہے۔

(۳) وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ۔
اور پیچھے بھیجا ہم نے ان کے عیسیٰ ابن مریم کو اور دی ہم نے ان کو انجیل۔

دلیلِ تبلیغ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مکلف ہے؟

ج: دلیل یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔
اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے یعنی ان کو نیک باتوں کی تعلیم دیتے رہو اور نگرانی رکھو۔ اور فرمایا،

(۲) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔
کہ تم بہترین اُمت میں سے جو اس لیے کہ تم کو بھیجا گیا ہے، تاکہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کے لیے کہتے رہو اور بُری باتوں سے منع کرتے رہو۔

س: کیا بطور حفاظ و تبلیغ احکام الٰہی کے لیے کسی خاص جماعت کے ہونے کی بھی کوئی دلیل ہے؟

ج: جی ہاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو کر جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے اور ناپسند کاموں سے منع کرتی رہے۔ اس سے علما کی فضیلت بھی معلوم ہو گئی اور یہ بھی فضیلت میں آیا ہے کہ قیامت کے روز شہیدوں کا خون اور علماء کے قلموں کے تراش کا وزن کیا جائے گا۔ اللہ اکبر کس درجہ دین دار علما کی فضیلت ہے۔

دلیل عبادت

س: قرآن شریف سے کس کس کو عبادت کا حکم ہے؟

ج: انسان اور جن کو عبادت کا حکم فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔ کہ میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے، جن ایک مخلوق ہے جو نار یعنی آگ سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایک جسم لطیف ناری ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے ان کو مختلف شکلوں میں ہو جانے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ ان میں مرد بھی ہیں، اور عورتیں بھی اور ان کے اولاد بھی ہوتی ہے، جب وہ کسی انسان یا جانور کی صورت میں ہو جاتے ہیں تو انسان کو نظر آنے لگتے ہیں۔

س: اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے وہ کیسا ہے؟

ج: عبادت کا تعلق دو چیزوں سے ہے۔ ایک ظاہر کے متعلق ہے اور دوسرے باطن کے متعلق۔ باطن سے جو متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قلب کے متعلق، دوسرے نفس کے متعلق، پھر جو قلب سے متعلق ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک عقائد سے متعلق، دوسرے اخلاق سے متعلق۔ اور جو نفس سے متعلق ہیں، وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔

اس طرح باطن سے متعلق عبادات کی دو قسمیں ہوئیں۔ عقائد، اخلاق اور جو عبادات ظاہر سے متعلق ہیں اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ عبادات، معاملات، معاشرت اور سیاسیات، جو شخص ان باتوں کو جو عقائد کے متعلق ہیں نہ مانے وہ کافر و مشرک ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور عقائد کے علاوہ دوسری چیزوں میں کوتاہی کرنے والا فاسق اور مستحق ملامت ہے مگر ہے وہ مسلمان کہ خدانخواستہ جہنم میں چلا جائے گا، تو پھر اس سے نکل کر جنت میں آجائے گا۔

س: عقائد کے اعتبار سے عبادت نہ کرنے کے کیا معنی؟

ج: اس کے یہ معنی ہیں کہ ذات، صفات باری تعالیٰ کا انکار کرے یا ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے یا ان پوشیدہ باتوں کی خبر دی ہے ان کا انکار کرے، جیسے ملائکہ، آسمانی کتابیں، سوال و جواب قبر، قیامت، حساب

ل ذات کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا ہی انکار کر دے اور اس کو نہ مانے۔ اور صفات کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی جو صفات ہیں مثلاً سمیع، بصیر، علیم اور قدیر وغیرہ وغیرہ ان کو نہ مانے۔

ایمان

ایمان کی تعریف

س: ایمان کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ چند چیزیں ہیں جن کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور مان لینے والے کو مومن کہتے ہیں۔ جن کا ذکر ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں ہے

ایمان مجمل یہ ہے۔

آمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ
بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ
قَبِلْتُ جَمِیْعَ
اَحْکَامِہٖ

ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ پر
جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور
صفات کے ساتھ ہے اور قبول
کرتا ہوں میں اس کے تمام احکام کو

اور ایمان مفصل یہ ہے۔

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ
وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ
خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ

ایمان لاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اور
اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں
پر اور اسکے رسولوں پر اور قیامت کے
دن پر اور ہر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی

جانب سے موجود ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔	تُعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

پس معلوم ہوا کہ صرف توحید ہی پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں۔ جب تک ان تمام چیزوں پر ایمان نہ لائے جن کا ذکر ایمان مفصل میں کیا گیا۔

س: وہ کونسی چیزیں ہیں کہ جن کو دل سے مان لیا جائے تو ایمان حاصل ہو جاتا ہے؟

ج: خدا کا ایک ہونا۔ فرشتوں کا موجود ہونا۔ جو کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان کو ماننا۔ تمام نبیوں کو ماننا۔ آخرت کو ماننا۔ تقدیر کو ماننا۔ جنت اور دوزخ کو ماننا۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا۔ ہر خیر وشر کا خالق اللہ تعالیٰ کو جاننا۔

توحید

س: خدا کے لیے ایک ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ سب کو وہی پیدا کرتا ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ تمام صفات کمالیہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلا زبان کے بولنے والا ہے۔ بے کان کے سننے والا ہے۔ بے جسم کا ہے۔ اس کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اس کی ذات واجب الوجود ہے۔

فرشتے

س: فرشتہ کسے کہتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، جو نور سے پیدا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جس کو جو حکم ہوتا ہے بجا لاتا ہے۔ نہ مرد ہیں، نہ عورت دکھلتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

س: کیا فرشتوں کے نام بھی ہیں؟

ج: ہاں آدمیوں کی طرح ان کے نام بھی ہیں۔

س: بعض فرشتوں کے نام مع کام بتائیے؟

ج: حضرت جبرئیل علیہ السلام جو نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے تھے۔

حضرت میکائیل السلام جو مینہ برسانے اور مخلوق کے پاس روزی پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام جو جان نکالتے ہیں اور

حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکیں گے۔

س: فرشتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: فرشتوں کی بہت قسمیں ہیں۔ جن میں سے بعض اقسام کا بیان ذکر کرتے ہیں۔ بعض فرشتے بارش پر مقرر ہیں۔ بعض سمندر اور پہاڑوں پر مقرر ہیں بعض ہوا پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے متعین ہیں۔

ان کو حفظہ کہتے ہیں۔ جب حکمت حق ہوتی ہے وہ حفاظت سے ہٹ جاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں کہ جو نیک و بد اعمال لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ اور وہ صبح و شام بدلتے رہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد۔ اس طرح کہ صبح کی نماز کے وقت رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے عصر کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں۔ رات کے کام کرنے والے آجاتے ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو نیک لوگوں کی مجالس میں شریک ہونے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جہاں نیک مجلس ہوتی ہے۔ مثلاً تلاوت کلام پاک۔ درود شریف۔ وعظ۔ وہاں حاضر ہوتے ہیں اور جتنے لوگ ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان تمام مومنین کو بخش دیا۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو نیکوں اور بدوں کی جان نکالنے پر الگ الگ مقرر ہیں جو کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کو ملک الموت کہتے ہیں اور بعض فرشتے وہ ہیں جو جہاد کے وقت حضرت انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی مدد کے لیے آتے ہیں۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام اور ان کے ہمراہ دیگر فرشتے۔ جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ۔	تمہارا خدا تمہاری پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کرے گا جو پلے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو کر آموجود ہوں گے۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو جنت پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو تسبیح و تقدیس، رکوع و سجود و قیام میں مشغول ہیں۔

س: فرشتوں کے ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

ج: قرآن شریف سے ثبوت آگے آئے گا۔ پہلے عقلاً یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں طرح طرح اور بھانت بھانت کے انتظام اور تدابیر کر رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ عالم میں تاثیرات قائم فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تاثیرات کے لیے موثر اور موثر میں کچھ مناسبت ہونی چاہیئے۔ سو اس عالم ناسوت اور ذات ذوالجلال میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہٰذا ایک واسطہ ایسا ہونا چاہیئے کہ جس کو من وجہ یعنی کچھ اس ذات سے نورانی وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو اور من وجہ اس عالم سے حادث وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو تاکہ اس واسطے سے تاثیرات اس عالم میں جاری ہوں۔ اسی واسطہ کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ پس فرشتوں کے وجود پر یہ دلیل عقلی ہے۔

آسمانی کتابیں

کتابوں کے نام

س۔ بعض ان کتابوں کے نام بتائیے جو نبیوں پر نازل ہوئیں؟

ج۔ توریت، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔

زبور، جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔

انجیل، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت نازل ہوئیں۔ مثلاً دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس یا تیس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

رسالت و نبوت

رسولؐ کی تعریف اور اس کی ضرورت

س : رسالت کیا چیز ہے۔ اور رسول و نبی کی کیا ضرورت تھی؟

ج : جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حق تعالیٰ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ بادشاہ کی طرف سے قانون کا پہنچانا بھی ضروری ہے۔ تو ظاہر ہے کہ خود بادشاہ تو لوگوں کے پاس جائے گا نہیں، بلکہ ایک شخص خاص عہدہ قانون پہنچانے کے لیے ہوگا۔ اب وہ عہدہ ایسا ہونا چاہیے جو رعایا کے لوگوں اور خاص الخاص عہدہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھنے والا ہو سو فرشتہ تو اس کام کو انجام دے نہیں سکتا تھا کیونکہ جذبات انسانی و ترکیب جسمانی سے کوئی تناسب نہیں۔ ہاں جنات کو کچھ مناسبت انسان کے ساتھ تھی، مگر وہ مزاج میں تیز اور متشدد ہیں اور انسان ایک درمیانی حالت پر ہے جو جنات کی بھی رعایت کر سکتا تھا اور جذبات پر بھی مجبور رکھ سکتا تھا اور احکام انسانی بچ جیسی سخت ہیکل قوم بھی ادا کر سکتی تھی مگر احکام جنی کے انسانی قویٰ متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ایک جماعت خاص کو وقتاً فوقتاً زمانہ کے لحاظ سے مانند اطباء کے کہ جو مریضوں کی طبیعت و مزاج کے موافق

دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ قانون دے دے کر بھیجتے رہے ہیں۔ اسی جماعت کو انبیاء علیہم السلام اور رسول کہتے ہیں اور عہدہ کا نام نبوت اور رسالت ہے۔ یہ ہے حقیقت رسالت کی۔

اسی لیے اس رسول و نبی کی کہ وہ خاص الخاص شاہی آدمی ہوتا ہے۔ بہایت توقیر و تعظیم اور غایت انقیاد و اطاعت اور تسلیم رسالت فرض ہوئی کہ اس کا انکار و توہین بغاوت و کفر ٹھہرا۔ کیونکہ شاہی آدمی کے ساتھ دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ امید ہے کہ آپ رسالت کی حقیقت ان مختصر لفظوں سے سمجھ گئے ہوں گے۔

س : اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی اور کسی کتاب کا انکار درست نہیں؟

ج : جی ہاں جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ سب کو ماننا فرض ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی ایک کتاب یا نبی کا بھی انکار کیا تو بس کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ عہدہ نبوت اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک منتخب عہدہ ہے تو نبی کے کسی قول و فعل پر اعتراض اور اس میں نقص نکالنا در اصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ جیسا کہ وائسرائے کی تنقیص اور اس کے شاہی آدمی ہونے پر انکار، جرم اور بغاوت ہے۔ اس طرح نبی میں عیب و نقص نکالنا، انکار کرنا، جرم و بغاوت ہے۔ بس اسی بغاوت کا نام اصطلاح شریعت میں کفر ہے۔ پس کسی نبی کا بھی انکار درست نہیں۔ بس جیسے انکار نبی کفر ہے۔ ایسے ہی تنقیص نبی بھی کفر ہے۔

نبی کی تعریف

س: نبی کسے کہتے ہیں؟

ج: نبی اسے کہتے ہیں جو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہو اور بندوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہو، خواہ ان کو کوئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ پہلی ہی کتاب کے موافق احکام کی تبلیغ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہو اور ان سے کوئی ایسی نئی بات بلا کسی ذریعہ کے ظاہر ہو، جو کسی انسان سے نہ ہو سکے جس کو معجزہ کہتے ہیں۔

ثبوتِ نبوّت پر چند دلائل

س: ثبوت نبوت، دلائل کے ساتھ بیان فرمایئے؟

ج: سنئے اور غور سے سنئے!

پہلی دلیل: تو بیان رسالت میں گذری۔

دوسری دلیل: یہ ہے۔ اگر نبی کو نہ بھیجا جاتا تو انسان کہ جس کو ہر وقت کلیات و جزئیات کی حیثیت سے حضرت ذات حق سے تحقیق کی ضرورت تھی، کس طرح پوری ہوتی۔ پس ایجادِ انسان عبث و بے فائدہ لازم آتا۔ لہٰذا وجود انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ میں ضروری ہوا۔

تیسری دلیل: نفس ناطقہ انسانی شہوت نفسانی کے سبب مغلوب الحواس اور مغلوب العقل ہو جاتا ہے اسی لیے یہ انسان فتنہ و فساد اور قبیح باتوں کے صدور کا مورث ہوتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام

انسان کی خواہش، اور اس کے مضار، و مفاد، اور منافع و مصالح کی ہدایت کے لیے سفیروں کو عہدہ نبوت پر نہ بھیجے جاتے تو عالم خراب ہو جاتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انبیا بھیجے جائیں۔

چوتھی دلیل: انسان کے لیے جزا و سزا کاموں پر ہوتی ہے اور ذات واحد کی طرف سے اطلاع جزا و سزا کے کاموں کی بلا واسطہ آتی نہیں اور اگر فرائض کے انجام دہی کی خبر بھی نہ دی جاتی تو یہ صریح ظلم ہوتا اور ظلم شان احدیت سے قبیح ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رسولوں کو بھیج کر احکام کو پہنچایا جائے۔ لہٰذا نبیوں کا بھیجنا ضروری ہوا۔ امید ہے کہ ان دلائل کے ساتھ نبی کا مخلوق کی طرف آنا ضرور سمجھ میں آگیا ہوگا۔

اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ نبوت ایک خاص خالص منصب و عہدہ ہے جو انسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے لہٰذا لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو۔ اسی لیے وہ عملاً و علماً (دلائل نقلیہ و دلائل عقلیہ) اور معجزاً سب پر غالب ہوتا ہے اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے۔ عصمت انبیا کا بیان آگے آئے گا۔

نبی اور پیشوا

س: کیا مثل موسیٰ علیہ السلام و داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم۔ رامچندرجی وغیرہ بھی جو ہندوستان میں

پیشوا کہے جاتے ہیں نبی تھے؟

ج: یوں تو ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آئے ہوں۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں صاحبزادہ ہند ہندوستان تشریف لائے جس سے اس مقام کا نام ہند ہوا جو بعد میں ہندوستان کہلائے جانے لگا۔ اور دوسرے صاحبزادہ جن کا نام سندھ تھا سندھ تشریف لائے۔ اس مقام کا نام سندھ آپ کے نام پر ہوا۔

مگر ہندوستان میں رامچندر جی وغیرہ جو ہندوستان میں ہندوؤں کے پیشوا ہوئے ہیں، ان کو نبی کہنے کے لیے ثبوت خاص کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت خاص الخاص عہدہ ہے جب تک کوئی خاص ثبوت نہ ہو اس وقت تک ان کو نبی کہنا ایسا ہو گا جیسا کہ ایک شخص وائسرائے نہ ہو اور اسے وائسرائے مان کر وائسرائے جیسے معاملات اس کے ساتھ روا رکھے جائیں، تو یہ جرم ہو گا۔ لہٰذا شریعت اسلامی نے ہندوؤں کے پیشوا رامچندر وغیرہ کا نبی ہونا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اس لیے ان کے نبی ہونے کا عقیدہ جائز نہ ہو گا۔ البتہ اگر ان کے عقائد و خیالات و اخلاق آسمانی کتابوں کے خلاف نہ ہوں اور ان کی تعلیمات اور اصلاح اور ہدایت کا کرنا آسمانی کتابوں کے موافق ہو تو یوں کہنا ممکن ہے کہ شاید نبی ہوں اور یقیناً یہ کہنا کہ نبی تھے، درست نہیں۔

س: سب سے پہلے نبی کون تھے؟ اور سب سے آخر نبی کون ہیں؟

ج: سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

لہٰذا اب اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے ہرگز نہ مانا جائے گا خواہ کسی تاویل سے وہ اپنے آپ کو نبی کہے۔

ختم نبوت پر چند دلائل

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا؟

ج: سنیئے اور بغور سنیئے!

پہلی دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرمایا تھا یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ اور یہ ثابت ہے کہ احمد کے نام کا سوائے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کوئی نبی نہیں آیا پس آخر میں تمام نبیوں کے آپ تشریف لانے والے ہوئے۔ کیونکہ آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت نہیں۔ لہٰذا آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔

دوسری دلیل ولیم میور اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ عیسائی ہے لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ کا حال

سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلاشک وشبہ آپ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں خبر دی ہے۔ اسی طرح مقوقس شاہ مصر نے آنحضرتؐ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا۔ نیز علماء ربان نصاریٰ اپنی اولاد کو تعلیم و تلقین کرتے رہتے، حتیٰ کہ آپ کے ظہور و بعثت کا وقت بھی مقرر کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ ان کا ظہور مکہ سے ہو گا۔ اور ہجرت مدینہ کی طرف ہوگی۔ اسی لیے اُن کے اسلاف مدینہ کے قریب قلعہ بناتے تھے کہ رسول آخر الزماں آئیں گے تو ہم ان کی مدد کریں گے۔ ان کے لیے حکم تھا کہ وہ اپنے ملک شام سے ہجرت کر کے ان قلعوں اور زمین میں جا بسیں۔ اور جب وہ پیغمبر ظاہر ہوا و فاران میں حق کا اعلان ہوا اور ہجرت کر کے مدینہ میں آتے اور یثرب میں نزول فرماتے تو اس کی نصرت و اعانت کریں۔ کیونکہ توریت کے پانچویں سفر میں نور الٰہی کو فاران سے ظاہر ہونے کی بشارت ہے اور فاران نام عبرانی ہے، اور وہ تین پہاڑ ہیں مکہ معظمہ میں ایک ان میں سے غار ہے (غار حرا) جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا یاد الٰہی کرتے تھے۔ اور ابتداء وحی کی اسی جگہ سے ہوئی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دی اور اس نام کا اور اس مقام پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی بھی نہ ہوا اور بعد میں تو ثابت ہی نہیں۔

تیسری دلیل: جب قرآن کریم کا دلائل عقلیہ سے منجانب اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو اس کی خبر بھی صادق ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا اخبار میں جھوٹا ہونا لازم آئے گا، اور وہ ذات کذب سے منزہ اور پاک و صاف ہے ہو

قرآن میں آپ کی خاتمیت اور آپ کے دین کا ناسخ رختم کرنے والا ہونا تمام ادیان کے لیے صاف صاف فرمادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہ اس خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ خدا اس رسول کو تمام دینوں پر غالب کرے، اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اور وہ محمد، اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس آیۃ صاف ظاہر ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں تب ہی تو سب ادیان پر ان کو غالب کیا گیا۔ اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا اور رسول و نبی آئے تو وہ بعض فروعات میں خلاف کرے گا اور یہ خلاف کرنا غلبہ کے خلاف ہے تو ضروری ہوا کہ کوئی دوسرا نبی من حیث النبی آپ کے بعد نہ آئے یہی وجہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوکر آپ ہی کے تجویز کردہ احکام پر تعمیل کرنے والے ہوکر تشریف لائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ ہی کے دین پر چلنا باعث نجات ہے۔

چوتھی دلیل، انجیل میں ہے۔ اِنِّیْ اَطْلُبُ الْحَقَّ حَقٌّ نَجِّنِّیْكُمْ وَتُعْطِیْكُمْ فَارْقَلِیْطًا یَكُوْنُ مَعَكُمْ اِلَی الْاَبَدِ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں طلب کرتا ہوں اپنے خداوند تعالیٰ سے تمہارے واسطے فارقلیط کو جو تمہارے ساتھ اخیر زمانہ تک رہے گا۔ فارقلیط لفظ سریانی ہے۔ معنی میں پسندیدہ واحمد

ولد کے بنے تو حاصل یہ ہوا کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا سے تمہارے لیے مانگتا ہوں جو کہ آخر زمانہ تک تمہارے لیے کافی ہے۔ پھر دوسرے احکام کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس اس سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ آپ نبی آخرالزمان ہیں۔

پانچویں دلیل: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے جو مکمل تو ہوگیا ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی پھر اس کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے، مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کی، میرے ساتھ دیوار مکمل ہوگئی اور میرے ساتھ رسول ختم کیے گئے۔ اور فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نبی آخرالزماں ہیں۔

چھٹی دلیل: قرآن کریم میں جس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صاف صریح موجود ہے۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے مہر کرنے والے ہیں کہ ان پر نبوت ختم ہوگئی۔ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور یہ ثابت ہے کہ محمد سوائے حضور کے اور کسی کا نام نہیں۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ہی نبی آخرالزماں ہیں۔

نبی آخر الزماں کے متعلق عقیدہ

س : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے ؟

ج : آپ خدا تعالیٰ کے بندے اور ایک انسان ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بعد آپ تمام مخلوق حتیٰ کہ تمام نبیوں اور فرشتوں سے افضل ہیں۔ آپ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ جیسا کہ تمام دیگر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک تھے۔ آپ پر قرآن شریف آخری کتاب نازل ہوئی۔ آپ ایک شب بیداری میں اسی جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بلانے پر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ آپ نے تشریف لے جاتے ہوئے بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے اور جنت و دوزخ کی سیر کی۔ آپ نے بحکم خدا تعالیٰ بہت سے معجزے دکھائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ہی کے اخلاق کے متعلق فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ باتوں کا بہت علم عطا فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ تمام مخلوق کے علم سے آپ کو زیادہ علم تھا۔ البتہ آپ عالم الغیب نہ تھے کیونکہ علم غیب کا ہونا صرف خدا تعالیٰ کی شان و صفت ہے جس کی دلیل آگے آئے گی۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جو قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔ وہ آپ ہی کے مذہب کی پیروی کریں گے۔ آپ تمام دنیا یعنی جن و انس کے لیے

نبی تھے۔ آپؐ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اسی لیے آپ کو شفیع المذنبین کہا جاتا ہے۔ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور کافر و مشرک کے سوا سب کی سفارش ہوگی۔ آپؐ کے علاوہ دیگر انبیاء، اولیاء، و شہداء صلحا بھی سفارش کریں گے، مگر بلا اجازت کوئی سفارش نہ کرے گا۔ آپؐ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کرنا۔ اور جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا ہے اُن سے باز رہنا اور جن باتوں کے ہونے کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا ضروری ہے۔ آپ کی تعظیم و تکریم اور آپ سے محبت کرنا ہر اُمتی پر فرض ہے۔

کُتُبِ سماویہ کی ضرورت

نزولِ کُتُب

س: خدا تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل ہونا کیسا ہے؟

ج: عزیز من یہ دستور و قاعدہ ہے کہ ہر حکومت کے لیے کچھ شاہی آداب سلامی و حاضری دربار وغیرہ ہوتے ہیں۔ جو کہ خاص حقوق شاہی کہلاتے ہیں۔ پھر امن عامہ قائم رہنے کے لیے تعزیرات ہوتے ہیں۔ پھر رعایا کے نفع اور راحت رسانی کی صورتوں کا دستور العمل ہوتا ہے۔ پھر بادشاہ کی طرف سے انعامات کے عطا ہونے اور پھر خلاف دستور تعزیرات پر سزا کے دفعات ہوتے ہیں۔ یہ سب مجموعہ قانون کہلاتا ہے اور جس کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ہے اس کو قانون کی کتاب کہتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کی طرف سے بھی تمام مخلوق کے لیے ایسے دستور کے سنانے اور بتانے کی ضرورت ہے اور وہ کتاب کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقتاً فوقتاً ایسے قانون کی کتاب کو اللہ تعالیٰ بھیجتے رہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک مختلف صحائف نازل ہوئے، موسیٰ علیہ السلام پر توریت، داؤد علیہ السلام پر زبور، عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک جامع کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ قرآن شریف قانونی کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ اور قیامت تک کے لیے ایک دستور العمل بھیج دیا گیا۔ جس میں آداب شاہی جس کو عبادت کہتے ہیں۔ بیان فرمائے گئے کہ اس عبادت کے سوا دوسری صورت عبادت مردود قرار دے دی گئی۔ اسی کتاب میں معاملات و معاشرت اور اخلاق کے ابواب بھی بیان کر دیئے گئے۔ اور اس میں سیاسی طریق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ یہ ہے حقیقت کتابوں کے نازل کرنے کی۔ اور آخر میں قرآن شریف کے نازل کرنے اور بھیجنے کی۔ کہ یہ ایک قانون کی مکمل کتاب ہے اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب کو کسی کے ہاتھ میں پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے کلام کو کسی کو پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انعام فرماتے ہیں جن کا اصل نتیجہ ظاہری و باطنی قیامت میں ظاہر ہوگا۔

س: یہ کس طرح سمجھا گیا کہ قرآن پاک آخری کتاب ہے؟ اور دوسری کسی کتاب کا حکم باقی نہیں رہا؟

ج: یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی خاص ملک حکومت کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے تو اس کے ختم تک کے لیے قانون میں پھر کوئی رد و بدل نہیں ہوتا۔ اسی بعد حکومت کو چھوڑ کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک مستقل نظام جدا گانہ قائم کیا جاتی

شان کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ تو چونکہ اس دنیا کی عمر ختم ہو رہی تھی اور اس نظام حکومت کو چند روز ملک کو ختم ہونا تھا اور دوسرا طرز زندگی قائم ہونا تھا اس لیے آخر میں یہی قانون قرآن شریف کی صورت میں نازل اور رائج فرمایا گیا۔ اور دوسرے پچھلے قانون اور پہلی کتابیں منسوخ کر دی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے نہ تھیں۔ اور چونکہ قرآن شریف قیامت تک کے لیے ہے اس لیے تھوڑا تھوڑا تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا کہ لوگوں کے قلوب میں جم جائے، یاد میں سہولت و آسانی ہو جائے، اور چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے احکام مستقل ہر زمانہ ہر ملک، ہر قوم، اور ہر شخص کے لیے قائم کیے گئے۔

قرآن پاک کے آسمانی ہونے پر چند دلائل

س: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے، کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے؟

ج: (پہلی دلیل) یہ قاعدہ ہے کہ نئی آواز سنتے وقت جہاں کچھ لوگ موافق ہوتے ہیں، وہاں مخالف بھی ہوتے ہیں اور اس کے مٹانے کی ان گنت ان تھک کوشش کرتے ہیں۔ جس وقت یہ کتاب نازل ہونے لگی اور جدید قسم کے قانون اترنے لگے، تو سخت مخالفت شروع ہو گئی اور کہا گیا کہ یہ قانون الٰہی نہیں۔ ان کو تو یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا لیتے ہیں یا کوئی عجم کر جاتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ اگر یہ خود بنا لیتے ہیں تو تم تو پرانے

ادیب، صاحبِ لغت، فصیح و بلیغ اور صاحب تواریخ ہو تم نے ایسا کلام کیوں نہ بنا لیا۔ یا کیوں نہ بنالو، دو ایک ہی سطر ایسی لکھ لو۔ اگر ایسا نہ کرسکے اور ہرگز ایسا نہ کرسکو گے تو دیانت داری کی بات یہی ہے کہ سمجھ لیا جائے کہ یہ انسانی کتاب نہیں ہو سکتی اور ہو بھی کس طرح سکتی ہے؟ جب کہ کلام کرنے والا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ان پڑھ اور ایک اُمّی شخص ہیں۔ نہ کسی مکتب میں پڑھا۔ نہ پڑھے لکھوں کے پاس اٹھے بیٹھے۔ تو پھر ایسا کلام کس طرح کر لیا اور وہ واقعات جن کو سینکڑوں، ہزاروں برس ہو چکے کس طرح اس کلام پاک میں صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آخر کار لوگ مجبور ہوگئے اور ماننا پڑا کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تعلیم کرنے والی ذات اور اس کلام کے نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اس نے نازل فرمایا ہے چنانچہ تمام اہل عرب نے جو کہ اہلِ انسان تھے۔ اس کلام کو کلام الٰہی تسلیم کر لیا جیسا کہ سب پر ظاہر ہے کہ تمام بلغاء عرب اور تمام شہروں کے فصحاء باوجود سلیقہ اور فہم مستقیم اور فصاحت و بلاغت قرآن کریم کے معارضہ و مقابلہ کے وقت ایک آیت شریف کے برابر لانے سے عاجز ہو گئے حالانکہ مخالف ہر ممکن طاقت انفرادی اور اجتماعی، غلبہ کے لیے ختم کر دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کو اشتعال انگیز بات بھی کہہ دی جائے، عار دلائی جائے، چنانچہ بیانگ دہل کہا گیا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	کہ اگر تمام انسان و جن جمع ہو جائیں اس لیے
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ	کہ قرآن کے مانند لائیں تو نہیں لا سکتے اس کو

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ | اس لانے میں ایک دوسرے کا مددگار رہے۔

اور فرمایا کہ مانند قرآن کے تو کیا، ایک سورت ہی کے مثل لے آؤ۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ | یہ کلام جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر تم کو کچھ شک وشبہ ہے تو ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

آخر کار وہ عاجز ہوئے اور باوجود انتہا درجہ فصیح وبلیغ ہونے کے وہ ایک آیت بھی نہ لا سکے۔ پس یہ اعجاز صاف دلیل ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔

دوسری دلیل

انسانی کلام کو دو ایک بار پڑھنے سے جی اتر جاتا ہے دلچسپی نہیں رہتی۔ مگر قرآن شریف بلا سمجھے ہوئے بھی جس قدر بار بار پڑھا جاتا ہے ایک نیا لطف آتا ہے۔

تیسری دلیل

کلام انسانی اس طرح لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف حفظ نہیں ہوا کرتا اور نہ

اس قدر حفاظ کی کوشش ہوا کرتی ہے۔ آج اکثر کروڑوں مسلمان اس کلام الٰہی کے حافظ دنیا میں موجود ہیں۔

چوتھی دلیل

جس طرح یہ قرآن شریف نازل ہوا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح حرف بحرف موجود ہے۔ ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ زیر، زبر، حرکت، سکون، تشدید، مد وغیرہ اسی طرح باقی ہیں۔

پانچویں دلیل

تواتر کے ساتھ اسی طرح نقل ہوتا چلا آرہا ہے جس طرح کہ جن حروف و آیات کے ساتھ نازل ہوا تھا۔ اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ایک مسلم دلیل قطعی ہے۔

چھٹی دلیل

عرب میں فصاحت کلام کی قدر صدیوں سے چلی آرہی تھی یہاں تک کہ جو قصیدہ یا اشعار مرغوب تر ہوتے وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر بحسب مراتب اوپر نیچے لگا دیئے جاتے۔ زمانہ سعادت نبوت تک سات قصیدے اسی طرح آویزاں تھے۔ جن کو سبعہ معلقہ کہتے ہیں۔ ان میں امراء القیس کا قصیدہ سب سے

اتر تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي	حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی
مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي	نگل جا اور اے آسمان تھم جا
وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ	پس پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم
الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى	ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر
الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ	آٹھہری اور کہدیا گیا کہ کافر لوگ
الظَّالِمِينَ	رحمت سے دور۔

تو اس وقت شاعر امراء القیس وفات پا چکا تھا۔ اس کی بہن زندہ تھی۔ اس نے اس کو سن کر کہا کہ اب کسی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہی اور میرے بھائی کے قصیدہ کا بھی افتخار جاتا رہا۔ یہ کہہ کر اس نے کعبہ کی دیوار سے وہ قصیدہ نوچ ڈالا۔ پس جب سب سے اونچا قصیدہ نہ رہا تو باقی بھی اتار دیئے گئے۔

تاریخ وسیر کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت جمیع فصحاء بلغاء باوجود کثرت مہارت اور جوش وتعصب ومخالفت کے جو کر مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے اس کے مقابلے سے عاجز وقاصر ہو گئے۔

لہٰذا یہ قوی وواضح دلائل ہیں کہ یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

نزول قرآن کا آغاز

س: قرآن شریف ابتداءً کہاں نازل ہوا؟

ج : کلام معظم غار حرا میں نازل ہوا۔ جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز وہاں رہتے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف کا نزول ابتداءً اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس غار میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اِقْرَأْ یعنی پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ اسی طرح تین بار فرمایا۔ پھر چوتھی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

اے پیغمبر! آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ سن کر آپ نے سب آیتیں پڑھیں۔

س : اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے پہلے آیتیں نازل ہوئیں جو سورۂ علق کی ہیں۔ مگر قرآن شریف میں اس طرح سے ابتداء نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج : عزیز من! قرآن شریف کا نزول تو موقع اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتا تھا، مگر جب آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ بامر الٰہی بواسطہ جبرئیل علیہ السلام فرما دیا کرتے تھے کہ فلاں جگہ فلاں آیت اور فلاں جگہ فلاں سورت

لکھ دی جائے۔ لہٰذا ترتیب نزول موقع وضرورت سے ہوئی اور قرآن کی موجودہ ترتیب دوسری ہے اور چونکہ ربط وجوڑ آیات وسورتوں کا جن آیات اور سورتوں سے ہوتا تھا۔ اسی جگہ پر ان آیات اور سورتوں کو رکھنے کا حکم ہوتا تھا۔ اس لیے ترتیب نزول اور ترتیب نظم میں اختلاف ہو گیا کہ ترتیب نزول اور ہے اور ترتیب نظم حکم الٰہی دوسری ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

س: ایک فرقہ کہتا ہے کہ دس پارہ قرآن شریف میں سے سنیوں نے نکال دیئے۔ اس کا کیا جواب ہے

عزیزمن! اس کا جواب نہایت سہل ہے۔

اوّل: یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں بہت حفاظ تھے۔ کیونکہ دارومدار قرآن مجید کا حفظ پر تھا۔ مثلاً ابی ابن کعبؓ۔ معاذ ابن جبلؓ زید ابن ثابتؓ۔ ابودرداءؓ وغیرہم۔

دوسرے تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو قرآن مجید اس وقت موجود ہے۔ یہ بعینہٖ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ حضرات اہل سنت والجماعت کے علاوہ علمائے محققین شیعہ کا بھی یہی مذہب وقول ہے چنانچہ محمد ابن علی ابن بابویہ شیعی اپنے رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جو اب موجود ہے۔

تیسرے یہ کہ تفسیر مجمع البیان جو اہل تشیع میں بہت معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں سید مرتضیٰ بھی یہی کہتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ ملا صادق شرح کافی کلینی شیعوں کی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح امام مہدی تک صحیح سالم رہے گا۔ اس کے علاوہ تمام علماء شیعہ اسی خیال کی بڑے شدومد کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں لہٰذا کسی غیر محقق کا ایسا قول ہرگز قابل التفات نہیں۔

س : آپ نے کہا ہے کہ یہ قرآن شریف تیئیس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ رمضان شریف میں آترا۔ اور پھر یہ بھی سنا ہے کہ شب قدر میں نازل ہوا۔ یہ اختلاف کیسا؟

ج : جی ہاں پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے بیانات کو اختلافات پر محمول کر بیٹھتے ہیں۔

سنیئے ان تینوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ سب باتیں صحیح ہیں۔ اس طرح سے کہ اول قرآن شریف لوح محفوظ سے ایک ساتھ آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ جس کو شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ میں بیان کیا گیا ہے یعنی یہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن شریف کو اتارا گیا اور یہ نزول رمضان شریف کی شب قدر میں ہوا جیسا کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں بیان فرمایا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا حسب موقع و ضرورت تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ لہٰذا تینوں باتوں میں کچھ اختلاف نہیں تینوں صحیح ہیں۔

عصمتِ انبیاؑ

حقیقت عصمت

: کیا نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے اور
معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج : جب یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب و عہدہ
انسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے، تو لازم ہے کہ نبی ہر
لحاظ سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو، اس لیے وہ ہر اعتبار سے سب پر
غالب ہوتا ہے، اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے، تو نبی کے
معصوم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ نبوت کا عہدہ ایک منتخب عہدہ
من جانب اللہ ہے، لہٰذا نبی میں کسی قسم کا نقص نہ ہونا چاہیے، جیسا کہ
بادشاہ کسی کو خاص عہدہ و افسرائے کا دے کر بھیجے تو وہ دو باتوں پر نظر
کرے گا۔ ایک تو یہ کہ اس کو انتظام ملک کا سلیقہ اعلیٰ درجہ کا ہو، دوسرے یہ

کہ اس میں گورنمنٹ کی پوری پوری اطاعت ہو۔ کامل وفادار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص وائسرائے میں قابلیتِ انتظام کے سلسلہ میں عیب نکالے اس کی وفاداری و طاعت پر اعتراض کرے، تو وہ عیب نکالنا اور اعتراض کرنا درحقیقت بادشاہ پر اعتراض اور اس پر عیب لگانا ہوگا۔ اسی لیے وہ توہین شاہی کا مجرم قرار دے کر مستحقِ سزا ہوتا ہے۔ حالانکہ شاہانِ دُنیا کا علم محیط نہیں، انتخاب میں غلطی ہو جانا بعید نہیں۔ اسی طرح عہدہ نبوت کو خیال کیا جائے کہ یہ انتخاب ایسی ذات کی طرف سے ہے جس کا علم محیط ہے۔ غلطی کا ذرا احتمال نہیں۔ لا محالہ یہ عہدہ اسی شخص کو عطا ہوگا جس میں اس عہدہ کی پوری قابلیت ہوگی۔ خالق برتر کا پورا پورا تابع فرمان اور وفادار ہو۔ جو کچھ کرتا اور کہتا ہو اُسی ذات واحد کی مرضی اور اشارہ پر کرتا اور کہتا ہو۔ مخالفتِ حق کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہ ہو یہی معنی نبی کی عصمت اور معصوم ہونے کے ہیں ثابت ہُوا کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے:

<u>دوسری دلیل</u> اگر نبی کو معصوم نہ مانا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو نبی کے قول و فعل پر امتثال، اور نبی کے قول و فعل کی متابعت کا کلیۃً کس طرح حکم کرنا درست ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جب نبی معصوم نہ ہوگا تو صدور فعل معصیت کا اس سے مانا جائے گا۔ اور جب فعل معصیت کا صدور ہوا۔ اور ادھر اس کے فعل کی تابعداری کا اُمت کو حکم بھی ہے حتیٰ کہ نبی کی طاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ یعنی جو رسول کی اطاعت کرے گا

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔ اور فرمایا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ
نَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ
لم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست
ے گا۔ اور فرمایا۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ تمہارے
ے اے لوگو! اللہ کے رسول میں اچھے نمونے ہیں، ایسے بننا۔ اور فرمایا۔
ا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ کہ جو کوئی بھی رسول بھیجا گیا
اسی لیے بھیجا گیا کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جاوے، تو جب نبی کا آنا
ہی کی اطاعت اور اس کی پیروی کے لیے ہے اور پھر اس کو معصوم نہ
جائے، بلکہ اس سے العیاذ باللہ معصیت کا صدور بھی مانا جائے، تو لازم
ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باتباع نبی معصیت کی بھی اجازت
ے دی۔ اور حالانکہ یہ ذات حق سے ممکن نہیں۔

پس ضروری ہوا کہ نبی معصیت و نافرمانی سے بالکلیہ پاک و صاف ہو،
ی کا ہر قول و فعل ذات حق کی مرضی کے موافق ہو۔ یہی معنیٰ ہیں عصمت
پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔

یسری دلیل اگر نبی معصوم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ نبی کو بھی ہدایت طلب
ے میں مثل دیگر انسانوں کے دوسرے نبی کی طرف حاجت ہو، اور اگر
ی معصوم نہ ہو تو پھر اس کو کسی تیسرے نبی کی طرف احتیاج ہوگی۔ اپنی ہدایت
یں۔ اسی طرح اگر یہ سلسلہ چلتا رہے گا تو تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال
، تو لامحالہ انسان کی ہدایت کے لیے ایک باکمال شخص ایسا ہونا چاہیے

جو عمداً سہواً چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہو اور جو تمام صفات میں افضل ہو، اور جلال وجمال اور مکارم اخلاق کا جامع ہو اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، پس نبی کا ہر اعتبار سے معصوم ہونا ضروری ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ تمام خلائق حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا بدرجہ اتم ثابت ہوا۔

معجزات

حقیقتِ معجزہ

س: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

ج: معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ بدون کسی سبب مادّی و روحی اور قوتِ خیالیہ کے نبی سے کسی ایسی عجیب بات کا ظہور ہو جو خلافِ عادت ہو، اور اگر کسی متشرع متبع نبی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو خلافِ عادت ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور کرامت حق ہے اور وفات کے بعد بھی کرامت کا امکان ہے۔

ثبوتِ معجزہ

س: معجزہ کا ثبوت بہ دلائلِ عقلیہ بیان کیجیے۔

• ج: عزیزمن کسی چیز کے ثبوت کے لیے عقلی امکان کافی ہوتا ہے اور خبرِ متواتر سے وقوع کی قطعیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے علمِ قطعی کے لیے تین ہی ذریعے ہیں عقل۔ حواسِ خمسہ ظاہرہ یعنی سننا، چھونا، سونگھنا، دیکھنا، چکھنا اور تیسرے خبرِ متواتر یعنی جہاں استحالہ عقلی نہ ہو وہاں عقلی امکان کے ساتھ

ثبوت قطعی کے لیے نقلی دلیل جو کہ منصوص اور خبر متواتر کے طریقے سے ہو وہ قطعی طور پر معانی کے لیے مثبت ہوتی ہے۔

لہٰذا اب غور کیجئے۔ کہ کسی کام کا کرنا اس کے فاعل کی قوت پر موقوف ہے۔ جس قدر فاعل کی قوت ہوگی اسی قدر اس سے فعل قوی صادر ہوگا، یہ بات بدیہی ہے۔ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اجسام اور جواہر مجردہ میں اصل مبدأ قوت کی لطافت و کثافت کے لحاظ سے قوی اور ضعیف ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگ کی قوت سے پانی کی قوت، اور پانی کی قوت سے ہوا کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور آگ کی قوت اس کی لطافت کی وجہ سے سب سے زیادہ ہے۔

اس لیے جس کے قوام بدن میں لطیف اور ہلکا جز جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر ان کے افعال بہت قوی ہوں گے، چنانچہ فرشتوں کا مادہ نہایت لطیف ہوتا ہے تو ان کے افعال جنات سے بھی زیادہ قوی ہوں گے، یہی حال روح کا ہے کہ اپنی لطافت کی وجہ سے بشرطیکہ جسمانی کثافت اس پر غالب نہ ہو نہایت عجیب وغریب کام کر گزرتی ہے، روحانی قوت ہی کے تو یہ کرشمے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ کے ایسے واقعات ہیں کہ ابھی بیت اللہ شریف میں اور فوراً ہی اس کے بعد دوسری جگہ نظر آتے ہیں، مسافت بعیدہ کو چند سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں، یہ سب کس چیز کے کرشمے ہیں؟ یہ سب روحانیت ہی کے تو کرشمے ہیں جن کو کرامت کہا جاتا ہے اور انبیاء کرام کی روحانیت کا کیا کہنا، وہ تو سب سے لطیف کیا بلکہ الطف ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کے اشارہ سے چاند

کے دو ٹکڑے ہو گئے، حجر و شجر آپ کو سلام کرتے، کنکریوں کی تسبیحات کو آپ سنتے، یہ سب معجزات کی قبیل سے ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جو کسی حکمت اور خواص اشیاء سے نہیں ہو سکتیں چاند کا شق ہو جانا، دریا کا کھڑا ہو جانا۔ ایک دن کے بچہ کا باتیں کرنا، مردوں کا زندہ کرنا، پہاڑ کا سر پر آ جانا، لکڑی کا تیغ بے تیغ کر دینا۔ انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا۔ ایسی باتیں نہیں جو حکمت یا خواص اشیاء سے ظاہر ہو جا۔

عقل جائز رکھتی ہے کہ ایسی چیزیں کہ جن کا سبب نہ خواص اشیاء ہوں اور نہ حکمت ہو، وہ کسی دوسری ہی قوت کا اثر ہے۔ اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ پس دلیل مذکور سے معجزہ کا امکان ثابت ہو گیا۔ خلاف عقل نہ ہوا۔ لیکن معجزہ نبی ہی سے صادر ہوتا ہے۔ اگر نبی کے متبع سے کوئی ایسی بات ظہور میں آوے تو وہ کرامت کہلاتی ہے۔ اور اگر کافر سے ظاہر ہو تو وہ استدراج یعنی شیطانی و ضد ہے۔

ضرورت معجزہ

س: نبی کے لیے کیا معجزہ ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

ج: جی ہاں نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی ایک خاص منصب رکھتا ہے، شاہی آدمی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی دلیل اور علامت شاہی آدمی ہونے کی رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں جس فن میں لوگ مہارت و کمال رکھتے تھے، اسی قسم کا معجزہ شاہی آدمی یعنی نبی کو عطا کیا جاتا رہا

تاکہ اہل فن بالخصوص جان سکیں کہ یہ چیز فن سے بالاتر ہے اور ان کی تصدیق سے دوسرے عامۃ الناس کو ہدایت میں سہولت ہو کیونکہ اس قسم کے فن کے ماہرین کا باالاتفاق اقرار کرنا کہ یہ فن سے بالاتر ہے بہت بڑی تصدیق ہے۔ اور یہی معجزہ ہے تو ان اہل فن کے اقرار و تسلیم سے غیر اہل فن کو اس کا معجزہ ہونا معلوم ہوگا اس لیے کہ اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک جھوٹی بات پر اتفاق کرے۔ پس جب اس قدر اہل فن جن کا خطاپر متفق ہو جانے کا احتمال ہو متفق ہو کر جب ایک ہی بات کہیں، اور اقرار کریں، کہ یہ کام فن طب وغیرہ کا نہیں بلکہ معجزہ ہے تو اس صورت میں ناواقفوں کو ان خوارق عادات کے معجزہ ہونے کا علم ہو جائے گا اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ معجزہ کا فاعل نبی ہے اور جو کام مدعی نبوت نے کیا ہے وہ معجزہ ہے۔ صنعت و حرفت یا شعبدہ سے نہیں ہے۔ اس طرح سے جب اس نبی کا زمانہ گذر جاتا ہے اور اس زمانہ کے آدمیوں میں سے جنہوں نے اپنی مہارت اور علم کے سبب اس معجزہ کا معجزہ ہونا جان لیا ہو تو پچھلوں کو ان اگلوں سے یہ علم اور تصدیق حاصل ہوتی ہے جس سے نبی پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے ہدایت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ایسا جاری رہا کہ ہر پیغمبر اور نبی کے زمانہ میں جس علم و فن کی وجہ سے امت کو ضلالت ہوتی تھی وہی معجزہ اس نبی کو خاص کر عطا ہوا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سحر کا زیادہ زور تھا، تو انہیں ابطال سحر کا معجزہ ملا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں فن طب کا چرچا تھا تو انہیں شفا امراض لاعلاج مثل برص، حقیقی اور اندھا مادرزاد کا معجزہ ملا۔ حضرت داؤد

علیہ السلام کی قوم میں موسیقی کا کمال تھا، تو انہیں ایسی خوش الحانی اور آواز کا معجزہ دیا
گیا کہ تلاوت زبور کے وقت وحوش و طیور، چوپائے، درندے ان کے پاس
جمع ہو جاتے تھے اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو فصاحت و
بلاغت کا بڑا فخر تھا تو آپ کو معجزہ فصاحت و بلاغت یعنی معجزہ قرآن کے علاوہ خصوصیت سے عطا ہوا۔
پس ثابت ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے اور ہر زمانہ
کے اعتبار سے ویسا ہی معجزہ نبی کو عطا کیا جاتا ہے، جس کی اس وقت
ضرورت ہوتی ہے۔

معجزہ اور غیر معجزہ میں فرق

س: جب غیر نبی بلکہ کافر وغیرہ سے بھی ایسی باتیں خلاف عادت
ظاہر ہو سکتی ہیں تو پھر معجزہ اور غیر معجزہ میں کیا فرق ہے؟

ج: روحانی قوت کے دو طریقے ہیں۔ ایک بواسطہ اسباب، دوسرا
بلاواسطہ اسباب۔ اسباب کے واسطے سے، جیسے کھانا، پینا، چلنا، پھرنا،
طرح طرح کی صنعتیں ایجاد کرنا جو عالم اسباب میں انسان سے واقع ہوتی ہیں۔
پس یہ طریق تو کسی شرط تجرد وغیرہ پر موقوف نہیں، بلکہ بعض کام تو عالم کے
جسمانی کثافت ہی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں، کیونکہ جسم ان کے لیے شرط
ہوتا ہے مگر پھر بھی ایسے افعال روح کے واسطے سے ہوتے ہیں۔ جب
روح جسم سے تعلق اٹھا لیتی ہے جس کو موت کہتے ہیں تب کوئی کام نہیں ہوتا۔
دوسرا طریق یہ ہے کہ جب روح کثافت جسمانی اور حیوانی ظلمت

سے نجات ہوتی ہے اور آثار تجرد اس پر غالب آجاتے ہیں، تو اس کی قوت نہایت گہری ہو جاتی ہے۔ پھر ان سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، جو ظاہری اسباب اور قانون قدرت کے خلاف ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ریاضت و مجاہدات شدیدہ سے بدن کے مادی اور کثافت کے حالات مضمحل و پژمردہ ہو گئے۔ اور روح اور نفس ناطقہ کے تازہ ہو گئے۔ اس میں مومن کافر سب شریک ہیں کہ کافر سے بھی ریاضت و مجاہدہ کے ایسے کارنامے سرزد ہو جاتے ہیں جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ مگر ایسے خوارق نبی کے برابر تو کیا حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے متبعین جو ریاضات و مجاہدات کرنے والے ہیں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسے اجمیر شریف میں ایک جوگی (فقیر) کا ہوا میں اڑنا اور حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی کھڑاواں کا ہوا میں اڑ کر اس جوگی سے بلند پرواز کر جانا اور جوگی کے سر پر کھڑاؤں کا لگنا اور جوگی کا نیچے اتر کر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج سے بیعت ہو جانا۔ اسی طریقہ سے قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں ایک جوگی کا اپنی کوٹھری میں پانی ہو جانا۔ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا بھی پانی ہو جانا پھر ہر ایک کے بھیگے ہوئے کپڑوں کا سونگھنا، جوگی کے کپڑے سے بدبو آنا، اور حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے بھیگے ہوئے کپڑوں سے خوشبو آنا، یہ دیکھ کر جوگی کا مسلمان ہو جانا، تو جو شخص متبع نبی اور صاحب ریاضت بھی ہو تو اس کے خوارق کے برابر یا مشابہ ہو سکیں، چہ جائیکہ اس کا تو ذکر ہی کیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ روح ہمہ تن عالم قدس ذات باری کی طرف

ے ہو جائے۔ پھر اس پر وہاں کے انوار ایسے فائض ہوں کہ جس طرح آئینہ میں
اب کے انوار چمکتے ہیں۔ تب اس کو خالق پروردگار رب العزت سے ایک خاص
بت پیدا ہو جاتی ہے کہ جیسے آگ کی صحبت اور مقاربت سے لوہا سرخ
مثل انگارہ کے ہو جاتا ہے اور پھول کی صحبت سے مٹی دماغ کو معطر کرنے
والی ہو جاتی ہے۔ پھر ایسے نفس سے متعجب نہ ہونا چاہیئے جو انوار الٰہی سے
اور چمک گیا ہو۔ سو یہ مرتبہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ان کے بعد
کے متبعین اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پس پھر اس عارف کا ہاتھ خدا کا ہاتھ،
کی زبان خدا کی زبان۔ اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ عارف جب حق تعالیٰ
یا پر تو پڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں۔ اور فلاسفی
تسلیم کرتے ہیں کہ جب کسی آدمی کا بدن اس کا مطیع ہو جاتا ہے تو اس کی
حت پر تمام عناصر کا ہیولیٰ بھی اس کے تصرف میں آجاتا ہے اور وہ جو چاہتا
اس سے کام لے سکتا ہے۔ بطور نظیر سمجھو کہ نفس انسانی بدن کا مطیع نہیں
بلکہ اس کے برعکس جو کچھ نفس تصور کر رہا ہے اس کے مطابق بدن میں اثر ظاہر
نے لگتا ہے۔ چنانچہ خجالت و خوف اور غصہ کے وقت بدن فوراً سرخ زرد اور
ہو جاتا ہے۔ اور دیکھو، انسان دیوار پہ چلنے سے گر پڑتا ہے کیونکہ اس کو خیال آتا
کہ میں اتنی سی پتلی اور بلند دیوار پہ چلوں گا تو گر جاؤں گا۔ حالانکہ زمین پہ اس سے
کم چوڑی جگہ پر چل سکتا ہے بلکہ دوڑ لیتا ہے۔ تو جب کہ نفس بدن کا مطیع نہیں ہے
کے باوجود اس کے خیالات کے ساتھ بدن موثر ہو سکتا ہے تو کسی طرح بعید نہیں
نفس ہی کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ ہیولات عناصر عالم اس کے ارادہ کے تابع

ہوجائیں اور اس سے معجزہ کا صدور ہوجائے، مگر چونکہ نبی کا ارادہ اور خیال ذات حق کی مرضی کے ساتھ ہے اس لیے ذات احدیت کی مرضی نہ پانے پر اپنے ارادہ کو کام میں نہیں لاتا اور معجزہ سے رک جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے ماتحت ہی معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات

س : کیا آپ سے کچھ معجزے بھی ظاہر ہوئے ہیں؟

ج : ہر پیغمبر کو معجزے دیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں پر ان کا پیغمبر ہونا خوب ظاہر ہوجائے چنانچہ آپ سے بھی بے شمار معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

اوّل، شق قمر جب آپ سے کفار مکہ نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے لیے کہا تو آپ نے چاند کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ کیا چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ اس کی شہادت تواریخ میں موجود ہے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے بالاخانہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے اور نجومیوں سے معلوم کیا، تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں نبی آخر الزماں پیدا ہوگئے ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ تصدیق کے لیے دن تاریخ لے کر ایک شخص کو مکہ معظمہ پہنچا، اور تصدیق کر کے واپس آیا۔

ا۔ مزید تحقیق کے لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی کتاب حقانیت اسلام ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ ایک شکاری نے بچوں والی ہرنی کو پکڑ لیا تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر سے گذر ہوا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ
مجھے جال سے نکال دیجئے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں، پھر لوٹ کر آجاؤں
گی آپ نے چھوڑ دی۔ اتنے میں شکاری آگیا، دیکھا تو ہرنی نہیں، عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہرنی کہاں گئی۔ فرمایا ابھی آتی ہے بچوں
کو دودھ پلانے گئی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر میں ہرنی دودھ پلا کر آگئی۔

تیسرا معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش
آئی، آڑ کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر فرمایا۔
باذن اللہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یعنی میری اطاعت کر چنانچہ وہ تابع ہوگیا
اسی طرح دوسرے درخت سے فرمایا وہ بھی تابع ہو کر ساتھ ہولیا، اور اس
درخت سے مل گیا، آپ نے اپنی حاجت پوری کی، پھر وہ دونوں درخت جدا
ہو کر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔

چوتھا معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ زوراء میں تین سو آدمی تھے۔ وضو کے
لیے پانی بالکل نہ تھا۔ آپ نے ایک برتن منگا کر اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں
بس پانی آپ کی انگلیوں سے جاری ہو گیا تمام حاضرین نے وضو کیا۔

پانچواں معجزہ ان واقعات کے متعلق جو آپ نے بے دیکھے بیان فرمائے
جیسے بخاری نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے قصہ میں زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہ ابن رواحہؓ کی شہادت
کی خبر لوگوں کو سنا دی، قبل اس کے کہ خبر آئے اور آپ نے فرمایا کہ علم لیا

زید نے ، پس شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور پھر فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار (یعنی حضرت خالدؓ) نے علم لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)

چھٹا معجزہ ظہور برکت کے متعلق ہے جسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حبیب بن فدیک کے باپ کے آنکھوں میں پھلا پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا، اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔

ساتواں معجزہ ایک جنیہ کے متعلق ہے جس کو ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کی ایک بخاری میں خرمے بھرے تھے۔ سو ایک جنیہ آکر اس میں سے نکال لے جاتی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا جاؤ اور اب جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل۔ سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آوے گی چھوڑ دیا تھا۔ الی آخر الحدیث۔

یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

آٹھواں معجزہ خاک کے متعلق ہے، جس کو صحیحین میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے

نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہمیں ایک شخص
ا۔ آپ نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ، یعنی غم مت کر، اللہ تعالیٰ
ساتھ ہے ۔ پھر آپ نے سراقہ کے لیے بددعا کی۔ سو اس کا گھوڑا پیٹ
ت زمین میں گھس گیا۔ اُس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں
ں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور
ماتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ
نے اس کی نجات کے لیے دعا کی۔ سو اس نے نجات پائی اور پھر
جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔
نواں معجزہ ترمذی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا، سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے
بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا
علیک یا رسول اللہ۔
دسواں معجزہ امام بیہقی نے سفینہؓ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور
ا جہاز ٹوٹ گیا ، میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا ، بہتے بہتے ایک نیستان میں
وہاں مجھے ایک شیر ملا۔ اور میری طرف آیا ، میں نے کہا کہ میں جناب
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں۔ وہ شیر میری طرف جھک آیا۔ اور
ندھا میرے بدن میں مارا۔ پھر میرے ساتھ چلا ، یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا
اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک کچھ آواز کرتا رہا اور میرے
نے اپنی دم پھرا دی میں سمجھا کہ اب یہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے کہ جس طرح نازل ہوا اسی طرح موجود ہے۔ ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا اور نہ آئندہ آئے گا کیونکہ ہزاروں حافظ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں بخلاف دوسری کتابوں کے جیسے توریت، انجیل، زبور، کہ ان میں ہزاروں تغیر و تبدل کر دیئے اور بہت سے معجزے ہیں جن سے آپ کی رسالت کی کھلی تائید ہوتی ہے۔

قیامت

قیامت کی تعریف

س : قیامت کیا چیز ہے؟

ج : جب دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا، گناہوں کی کثرت اور کفر و شرک پھیل جائے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ جن کا نام اسرافیل علیہ السلام ہے صور پھونکیں گے، جس کی ہیبت ناک اور سخت کڑی آواز سے تمام چرند و پرند، وحوش وطیور، انسان و جن مر جائیں گے اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی تارے تمام ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ غرض ہر چیز فنا ہو جائے گی، اور پھر دوبارہ صور پھونکیں گے سب زندہ ہو جائیں گے۔ بس اسی کا نام قیامت ہے۔

س : قیامت کا ماننا کیوں ضروری ہوا؟

ج : جناب! قیامت یعنی حشر و نشر کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا؟ نفع حاصل کرنے کے یا ضرر کے لئے؛ یا کسی کے لئے بھی نہیں۔ اگر ضرر کے لئے پیدا کیا تو یہ شانِ رحیمی کے خلاف ہے، اور اگر کسی کے لئے بھی نہیں، تو

بے فعل اس خالق کا عبث ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ بات تو انسان کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نفع کے لیے پیدا کیا ہے، اگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں نفع کم، نقصان وضرر زیادہ ہے پس ثابت ہوا کہ دنیا کا نفع تو مقصود ہے نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو تاکہ انسان کامل نفع حاصل کرلے اسی کا نام قیامت، حشر ونشر ہے۔ اور اس کے متعلق ہونے پر قرآن کریم سے ثبوت ہے جو کہ آگے آئے گا۔ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد روح کا جسم سے متعلق ہو جانا۔ سو اس پر بے شمار دلائل ہیں ہم یہاں پر صرف چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ جب اوّل معدوم محض ہونے کی حالت میں روح کا تعلق ہو گیا تو دوبارہ بھی روح کا تعلق بدن سے جائز ہو سکتا ہے اور اجزائے بدن نے جب اوّل بار ایک خاص شکل اختیار کرلی تو دوبارہ شکل اختیار کرنے میں کیا استحالہ ہے لہٰذا دوبارہ شکل اختیار کرلینا بھی ممکن ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خالقِ عالم قادرِ مطلق بھی ہے اور یہ قدرت تمام ممکنات پر حاصل ہے۔ نیز اس خالقِ عالم کو تمام جزئیات کا بھی علم ہے اور اشیاء کے تمام اجزاء کا بھی علم ہے۔ لہٰذا بالضرور ریزہ ریزہ کے اجزاء چاہے کہ خواہ وہ مٹی میں ملے ہوئے ہوں، یا آگ میں جلے ہوئے، یا پانی میں

ـه جو پہلے بالکل نہیں تھا نہ شئی اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو۔

ملے ہوتے ہوں، سب کو تمیز کر سکتا ہے اور ترکیب دے کر شکل اوّل پھر سے قائم کر سکتا ہے۔ لہٰذا یقین کر لینا چاہیئے کہ حشر و نشر ممکن ہے اور ثبوت قطعی[1] بلسان انبیاء و کتب سماویہ اور قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جب روح نے بدن انسانی سے متعلق ہو کر اخلاق حسنہ عبادات صادقہ، معارف حقہ حاصل کرنے کے لیے اس کو آلہ بنایا تو پھر جس وقت اس بدن سے روح جدا ہوئی اور اسے اپنی خدمت کا ثمرہ جیسا چاہا ویسا نہ ملا، اور جس غرض سے محنت کی تھی وہ غرض و مطلب نہ ہوا، تو نہایت ہی حسرت کا موجب ہوگا اور اگر روح نے آلہ بدن کے ذریعہ سے لذّت دنیوی حاصل کیں، جاہ و مال حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ اپنے آقا اور مالک حقیقی کے حقوق کو بھلا دیا اور اپنے ہم جنسوں کے حقوق تلف کیے، اور پھر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے، تو کیا یہ کوئی عدل و انصاف ہوگا کہ دونوں برابر رہیں، یہ تو ظلم ہے اور ظلم سے اللہ تعالیٰ منزّہ و پاک و صاف ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے، اس لیے قیامت، حشر نشر کا قائم ہونا جزا و سزا کے لیے ضروری ہوا۔

چوتھی دلیل۔ اس عالم ناسوت میں روح و جسم دونوں طاعت و

---

[1] ثبوت قطعی۔ اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو

معصیت میں شریک ہیں۔ امر و نہی وعدہ اور وعید دونوں کے حق میں ہیں، اس لیے دونوں کو ثواب و عذاب پہنچانا ضروری ہوا۔ پس جس جسم پر نتائج آئے گی وہ یہی جسم ہوگا کہ جو دنیا میں تھا۔ لہٰذا روح کا مع اس جسم عنصری کے حشر و نشر کے لیے موجود ہونا ضروری ہوا اور رہا اس عالم ناسوت میں تقدم اس کا اس عالم آخرت پر۔ سو وہ اس مصلحت کی وجہ سے ہے کہ کمالات انسانی کی تحصیل کرکے اُس عالم میں ثمرہ پاسکے اور وہ اس عالم کے تقدم پر موقوف تھا۔ اس لیے اس عالم دُنیا میں انسان کو بھیجا گیا اور بعد حصول کمالات اس عالم میں رکنا فساد کا سبب اور خوبیوں سے محرومی کا باعث تھا۔ اس لیے اوّل اس عالم میں بھیجا۔ پھر اس عالم آخرت کی طرف جو اس عالم سے کہیں زیادہ اچھا ہے اٹھایا جائے گا۔

پانچویں دلیل۔ حشر و نشر اور قیامت نہ ہو تو مطیع و عاصی دونوں کا حال یکساں ہوتا بلکہ مطیع نقصان میں ہوتا، اور یہ خلاف حکمت ہے پس حشر و نشر قیامت کا انکار حکمت حق کا انکار ہے اور حکمت حق کا انکار جائز نہیں۔ پس قیامت کا انکار بھی جائز نہیں، لہٰذا قیامت کا ماننا ضروری ہوا۔

چھٹی دلیل۔ حق تعالیٰ اپنے کمال علم و قدرت کے ساتھ حکیم مطلق بھی ہیں، اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کو جزا و سزا پہنچانے کے لیے قیامت کا انتظار کیا جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہیں۔ پہلا حال دُنیا کا ہے کہ اس دُنیا میں طرح طرح کی حاجتوں میں گرفتار ہے اور قسم قسم کے علاقہ قرابت و رشتہ داری اور دوستی و ہمسائیگی کے لحاظ

---

۱ جسم عنصری اس جسم کو کہتے ہیں جو عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی سے مرکب ہے۔

سے رکھتا ہے اور مکلف طاعت و بندگی کا ہے اور آخرت کا توشہ حاصل کرنے اور اپنے اصل سرمایہ کو نفعوں سے بڑھانے میں مشغول ہے۔

دوسرا حال برزخ[1] کا ہے، کہ مرنے کے بعد وہاں رہتا ہے، اور اس قسم کے شغلوں سے فارغ ہوتا ہے، لیکن جو کچھ رشتہ دار، بھائی بند، دوست اور مرید و شاگرد اپنی طرف سے یا اس کے کہہ جانے سے اس کے واسطے دنیا میں کرتے ہیں۔ اس کا اثر یعنی ثواب اس کو وہاں ملتا ہے، اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے، تو گویا کہ وہ ابھی دار العمل یعنی دنیا میں ہے اور یہ بھی ہے کہ برزخ میں حقداروں کا جمع ہونا کہ دنیا میں ان سے طرح طرح کے معاملے، نیکی اور بدی کے کیے تھے، ممکن نہیں چونکہ ہر شخص کی موت، اپنے وقت مقررہ پر ہے، لہٰذا ان معاملات کا فیصلہ کرنا بغیر ان حقداروں کے حاضر ہوئے خلاف عدل و عدالت ہے۔

تیسرا حال آخرت کا ہے کہ ہرگز کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہاں نہ ہوگا اور بنی نوع انسان اور اس کے رشتہ دار، دوست و تابع دار اور اہل حقوق سب وہاں موجود و حاضر ہوں گے، اور جو کچھ اس نے خود کیا تھا یا دوسروں نے اس کے واسطے اس کے کہنے سے یا از خود کیا تھا وہ سب اس کو پہنچ چکا، اور جمع ہو گیا، اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنے کی امید نہیں کیونکہ نوع انسانی منقطع ہو چکی ہے۔ پس حکمت الٰہی ہرگز اس بات کا تقاضا

---

[1] برزخ موت سے لے کر قیامت تک کے زمانہ کو کہتے ہیں۔

نہیں کرتی کہ اس کو دُنیا کے حال میں جزا یا سزا دی جائے، جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو وہی روح دوسرے جسم میں منتقل ہو کر یہاں آتی ہے اور یہی عالم جزا و سزا کی جگہ ہے، جیسا کہ مشرکین مکہ نے نے یہی کہا تھا۔

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ۔	اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے سے موت آجاتی ہے۔

اس پر جواباً کہا گیا

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ط	آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا۔ پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا۔

• اس فرقے کا یہ کہنا اور دنیا ہی میں جزا و سزا کا قائم ہونا کیونکر جائز اور صحیح ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ابھی یہاں کام میں مشغول ہے اور اس کی عمر کی مدت جو کہ سرمایہ کے قائم مقام ہے، ابھی بالکل پوری طرح اس کے ہاتھ میں نہیں آئی اور گذری ہوئی عمر کا جمع خرچ برابر نہیں کیا۔ اگر اسی حالت میں جزا و سزا

ے اندر دنیا میں گرفتار کیا گیا تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ ابھی مجھ کو مہلت دینی چاہیے
میں اپنی عمر کو پورا کروں، اور جو کوتاہی و قصور مجھ سے ہوا ہے، نا تجربہ کاری
میں اور ابتدائے جوانی میں اس کا عوض و بدلہ آخر میں ادا کروں۔ جیسا کہ
جروں کا معمول ہے کہ جب کسی گماشتے یا غلام کو تجارت کے لیے کہیں بھیجتے ہیں
اس کو مہلت دیتے ہیں کہ اگر کسی معاملہ میں اپنی رائے سے اور خود رائی
سے کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا ہو تو ابھی کچھ نہیں کہتے کہ شاید دوسرے سودے
میں کمائے گا، اور تلافی اس پچھلے کی کر گزرے گا، اسی طرح اس دنیا میں بھی
جزا و سزا حقیقی دینا خلاف حکمت ہے، کیونکہ سرمایہ عمر کا باقی ہے، بالکل ختم
نہیں ہوا تلافی ممکن ہے۔ اور اسی طرح عالم برزخ میں بھی جزا و سزا دینا
حکمت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ابھی نیکی اور نتیجے ہر آدمی کے عملوں کے
نی نوع انسان کے باقی رہنے کے سبب سے اس کے لیے چلے آتے ہیں!
ہیں گویا کہ ابھی جمع خرچ اس کا برابر نہیں ہوا اور حق کے لینے دینے والے
بھی ابھی جمع نہیں ہوئے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا حق کس پر ہے، اور اس پر
کس کا حق ہے، اور کون حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے، اور کون طلب
کرتا ہے، پس اگرچہ حق تعالیٰ بندوں کے سب بھلے اور برے کاموں سے
خبردار ہے، اور جزا و سزا دینے پر قادر بھی ہے، مگر چونکہ وہ علیم و خبیر قادر و
قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہے اس لیے اس حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
نے بدلہ دینے کے واسطے آخرت کا قائم کرنا ضروری قرار دیا۔

قیامت کی نشانیاں

س : قیامت کی کچھ نشانیوں کا بیان کیجیے؟

ج : گناہوں کی کثرت، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، امانت میں خیانت کا نے بجانے، ناچ رنگ کی زیادتی بے علم و کم علم پیشوا بننے لگیں، کم درجہ کے لوگ جیسے چرواہے وغیرہ اونچے اونچے مکان بنوانے لگیں۔ نا قابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں۔ خدا تعالیٰ کے مال کو اپنی ملک سمجھنے لگیں، اور زکوٰۃ کو ڈنڈ کی طرح بھاری سمجھنے لگیں، دین کا علم دنیا کمانے کو حاصل کریں۔ شراب کی کثرت ہونے لگے۔ بعد کے لوگ پہلے بزرگوں کو برا کہنے لگیں۔

س : جب یہ نشانیاں ہوں گی، تو اس وقت حکومتوں کا کیا حال ہوگا اور قیامت کے آنے کے لیے کیا کیا صورتیں ہوں گی؟

ج : اس وقت سب ملکوں میں نصاریٰ (انگریزوں) کی حکومت ہوگی اس زمانے میں ملک شام میں ابو سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو بہت سے سیدوں کا خون کرے گا، شام اور مصر میں اس کا حکم جاری ہوگا، پھر اسی زمانہ میں رومی مسلمان بادشاہ اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے جنگ ہوگی، اور ایک جماعت نصاریٰ سے صلح ہوگی۔ یہاں تک کہ موافقین نصاریٰ اور مسلمانوں سے ذرا سی بات کے بڑھ جانے سے جنگ ہو جائے

اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور ملک شام بھی نصاریٰ کے قبضہ
چلا جائے گا اور بچے کھچے مسلمان مدینہ طیبہ چلے جائیں گے، اور خیبر جو مدینہ
کے پاس ایک مقام ہے، وہاں تک نصاریٰ کی عملداری ہو جائے گی
وقت مسلمانوں کو امام مہدی علیہ السلام کی تلاش ہوگی۔ امام مہدی علیہ السلام
وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ اور اس خیال سے کہ حکومت
لیے مسلمان میرے پیچھے نہ پڑیں، مکہ معظمہ چلے جائیں گے، مگر لوگ تلاش
تے کرتے مکہ معظمہ پہنچیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف
تے ہوئے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پالیں گے اور زبردستی
سے حاکم بنانے کی بیعت کریں گے۔ آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خلیفہ
حاکم بنائے ہوئے امام مہدی ہیں، بیعت کی شہرت کے بعد مدینہ منورہ
مسلمان فوجیں مکہ معظمہ چلی جائیں گی، اور ملک شام و عراق اور یمن کے اولیا
ابدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرب کی فوجیں
جمع ہو جائیں گی، اور خراسان کا ایک شخص حضرت امام مہدی کی مدد کے واسطے
ایک بڑی فوج لے کر آئے گا، اب ایک اور شخص جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا
اور سیدوں کا دشمن ہوگا وہ امام مہدی علیہ السلام کے سید ہونے کی وجہ سے
لڑنے کو فوج بھیجے گا، مگر یہ فوج ابھی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک
پہاڑی کے نیچے ٹھہری ہوئی ہوگی کہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے
مگر دو شخص ان میں سے بچیں گے، ایک ان میں سے حضرت امام مہدی علیہ السلام
کو جا کر خبر دے گا اور دوسرا اس سفیانی شخص کو جا کر خبر کرے گا۔ نصاریٰ سب

طرف سے فوجیں جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں گے، اس لشکر
میں ۹ لاکھ ساٹھ ہزار فوجی ہوں گے۔ اُدھر امام مہدی علیہ السلام مکہ معظمہ سے
چل کر مدینہ منورہ روضہ مبارک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے
ملک شام کو روانہ ہوں گے، ابھی شہر دمشق تک پہنچیں گے کہ دوسری طرف
سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آ جائے گی۔ حضرت امام مہدیؑ کی فوج تین
حصوں میں بٹ جائے گی، ایک حصہ تو بھاگ جائے گا، ایک حصہ شہید ہو
جائے گا اور ایک حصہ کو فتح ہوگی، امام مہدیؑ ملک کا انتظام شروع کر دیں
گے اور ہر طرف فوجیں روانہ کر دیں گے، پھر قسطنطنیہ فتح کرنے کیلئے جائیں گے
اور ستر ہزار آدمی اس شہر کو فتح کرنے کے لیے کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ
ہوں گے، جس وقت اُس شہر کی فصیل کے مقابل میں پہنچیں گے۔ نعرہ تکبیر بلند
کریں گے پس اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز کی برکت سے شہر پناہ کی
سامنے کی دیوار ٹوٹ جاوے گی، اور مسلمان فتحیاب ہوں گے، اور انصاف
کے ساتھ ملک کا انتظام کریں گے، یہ زمانہ بیعت سے لے کر اب تک کا ۷
سال کا ہوگا۔ اسی دوران میں ایک جھوٹی خبر مشہور ہوگی کہ شام میں دجال آگیا
امام مہدی علیہ السلام وہاں کا سفر شروع فرمادیں گے، مگر راستہ میں ہی
تحقیق ہو جائے گا کہ یہ خبر غلط ہے، تو پھر اطمینان سے آپ شہروں کا انتظام
کرتے ہوئے ملک شام پہنچ جائیں گے، مگر وہاں ابھی کچھ ہی عرصہ گذرے گا
کہ دجال بھی نکل آئے گا جو کہ یہودیوں کی قوم سے ہوگا اور دعویٰ نبوت کا کرے
گا، پھر ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر وہ دعویٰ خدائی کا شروع

رے گا، اور بہت سے ملکوں سے گذرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہنچ جائے گا
ستے میں بہت سے بددین اس کے ساتھ ہو جائیں گے، یہاں تک کہ مکۂ معظمہ کے
یب آکر ٹھہرے گا، مگر شہر کے اندر حفاظت ملائکہ کی وجہ سے نہ جا سکے گا، پھر
ں سے مدینہ منورہ جائے گا۔ وہاں بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا، اور اندر داخل نہ
سکے گا۔ البتہ مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے سست
مان والے مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے، اور دجال کے پھندے میں
س جائیں گے، اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے
ب بحث کریں گے۔ آخر کار دجال غصہ میں آکر ان بزرگ کو قتل کر دے گا،
ر پھر وہاں سے ملک شام کو روانہ ہوگا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے گا، تو
ضرت امام مہدیؑ وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور جنگ کے انتظام
ں مشغول ہوں گے کہ عصر کا وقت آ جائے گا۔ مؤذن اذان کہے گا اور لوگ
ماز کی تیاری میں ہوں گے، کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے
ندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے اور جامع
مسجد کے مشرق کی طرف کے منارہ پر آکر ٹھہر جائیں گے، وہاں سے سیڑھی لگا کر
نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدیؑ لڑائی کا سب سامان سپرد کرنا چاہیں
گے۔ آپ فرمائیں گے کہ یہ سب انتظام آپ ہی رکھیں، میں تو خاص دجال کے
قتل کرنے کو آیا ہوں۔ رات گذر کر جب صبح ہوگی تو حضرت امام مہدیؑ لشکر کو
ترتیب دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑا ایک نیزہ منگا کر دجال
کی طرف بڑھیں گے اور مسلمان دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے۔ بہت شدت کی

کی لڑائی ہوگی، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سانس جہاں تک پہنچے گا وہاں تک کے دشمن فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔ دجال کی نظر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہنچے گی تو وہ آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگے گا اور آپ اس کا پیچھا کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر نیزے سے اس کو قتل کریں گے اور مسلمان دجال کے لشکر کو قتل کرنا شروع کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر در شہر تشریف لے جا کر مظلومین دجال کو تسلی دیں گے، اس وقت کوئی کافر نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدیؑ کا انتقال ہو جائے گا، اور تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اس کے بعد یاجوج و ماجوج نکلیں گے جن کے رہنے کی جگہ شمال جانب ختم آبادی سے بھی آگے سات ولایت باہر ہے جہاں سمندر شدت سردی کی وجہ سے اس قدر جما ہوا ہے کہ جہاز بھی نہیں چل سکتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے کوہ طور پر تشریف لے جائیں گے۔ یاجوج ماجوج ہر جگہ فتنہ پھیلائیں گے۔ آخر کو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئیں گے۔ چالیس برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا جائیں گے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن ہوں گے، آپ کے بعد ایک شخص یمن کے رہنے والے آپ کی جگہ بیٹھیں گے اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کریں گے اور ان کے بعد اور بھی کئی بادشاہ آگے پیچھے ہوں گے، اس کے بعد نیک باتیں کم ہوتی جائیں گی اور بُری باتیں بڑھتی جائیں گی۔ اس وقت آسمان پر ایک دھواں چھا جائے گا اور زمین پر برسے گا جس سے مسلمانوں کو زکام ہوگا اور کافروں کو بے ہوشی ہوگی۔ چالیس

...ے کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا، قریب ہی بقرعید کا مہینہ آ جائے گا
...وں تاریخ کے بعد اچانک ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا
...ے گا، بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے۔ چوپائے جنگل میں جانے کو چلانے
...یں گے، تمام دنیا والے گھبراہٹ سے بیقرار ہوں گے۔ جب تین رات کے برابر
ایک رات ہو چکے گی جس وقت سورج تھوڑی روشنی کے ساتھ مغرب
...طرف سے نکلے گا، اب اس وقت کسی کا ایمان یا توبہ قبول نہ ہوگی، اور
...ب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا کہ دوپہر سے پہلے ہوتا ہے تو اس
...قت خدا تعالیٰ کے حکم سے پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس کے
...بعد اپنی عادت کے مطابق اسی طرح نکلتا رہے گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزریں
...گے کہ کوہ صفا جو مکہ میں ہے زلزلہ آ کر پھٹ جائے گا اور اس جگہ سے
ایک جانور عجیب ہی شکل کا نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیز رفتاری
سے زمین پر پھر جائے گا، اور ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی لاٹھی سے نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے چہرہ روشن ہو جائے گا اور بے
ایمان والوں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ
مہر لگا دے گا جس سے تمام چہرہ میلا ہو جائے گا، پھر یہ کام کر کے غائب ہو جائے
گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت بخش چلے گی جس سے
سب ایمانداروں کی بغل سے کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مر جائیں گے۔ اس
کے بعد کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو
شہید کریں گے، حج بند ہو جائے گا، قرآن شریف دلوں اور کاغذوں سے نکل

جائے گا، خدا تعالیٰ کا خوف، مخلوق کی شرم دلوں سے نکل جائے گی، کوئی
اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا، اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی
لوگ سواریوں پر اور پیدل اُدھر پہنچ جائیں گے اور جو رہ بھی جائیں گے ایک
آگ پیدا ہوگی، وہ سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی۔ یہ اس لیے کہ
قیامت کے روز سب مخلوق اُسی ملک میں جمع ہوگی۔ اس لیے ایسا ہوگا، پھر وہ
آگ غائب ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا کو بہت ترقی ہوگی۔ تین چار سال
اسی حال میں گذریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ
کو صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام پر ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے
گا، جس کی آواز سے سب ہلاک ہو جائیں گے، پہاڑ، زمین، آسمان، سب
پھٹ جائیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، جب آفتاب مغرب کی جانب
سے نکلا تھا۔ اُس وقت سے صور پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ
ہوگا، اس کے بعد قیامت کا دن شروع ہو جائے گی۔

آخرت کا بیان

آخرت کی تعریف

س: آخرت کسے کہتے ہیں؟

ج: اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے کہ جس کے متعلق ہم نے ایمان کیا ہے کہ جہاں مرنے کے بعد قبروں سے اٹھا کر حساب و کتاب ہوگا۔ اعمال تولے جائیں گے۔ ہر نیک و بد سے سوال ہوگا۔ نیکوں کے اعمال نامے ہاتھ میں، اور بدوں کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دے دیئے جائیں گے۔ پھر ایک پل جس کو پل صراط کہا جاتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے تیز ہوگی۔ دوزخ کے اوپر رکھا جائے گی، اس پر سے سب کو گزرنے کا حکم جو نیک لوگ ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے بد ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے

جنت کی تعریف

س: جنت کیا چیز ہے؟

ج: جنت ایک ایسے محل کا نام ہے کہ جس میں اوپر نیچے سو درجے ہیں، ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا زمین و آسمان کے

درمیان ہے۔ یعنی پانچسو برس کی مسافت کا۔ اس کی عمارت میں ایک اینٹ
چاندی کی ہے۔ اور ایک اینٹ سونے کی، اور گارا مشک کا ہے اور جنت
کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔ اور مٹی زعفران ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں دو باغ ایسے ہیں کہ جن کے برتن اور سب
سامان سونے کا ہے

جنت کے سو درجوں میں سب سے بڑا درجہ فردوس کا ہے کہ اسی سے
جنت کی چار نہریں نکلی ہیں اور وہ دودھ شراب، شہد اور پانی کی نہریں
ہیں اسی جنت الفردوس کے اوپر عرش ہے۔

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم جنت الفردوس
کی مانگو۔ جنت کے درختوں کا تنا سونے کا ہوگا۔ اور جنتیوں کا چہرہ بغیر ڈاڑھی
مونچھ کے ہوگا اور تیز روشنی والے تارے اور چودھویں رات کے چاند
کی طرح ان کا چہرہ چمکتا ہوگا اور خدمت کے لیے
حور و غلمان دیئے جائیں گے۔ حوریں اس قدر خوبصورت ہوں گی کہ اگر دنیا
میں ان کے دوپٹہ کا پلو ذرا بھی ظاہر ہو تو سورج بھی ماند پڑ جائے گا۔ جس قسم کا
کھانا چاہے گا فوراً مل جائے گا۔ قسم قسم کے میوے ہوں۔ وہاں نہ پیشاب کی
ضرورت ہوگی، نہ پاخانہ کی۔ بلکہ ایک ڈکار آئے گی جس میں مشک کی خوشبو ہوگی
کہاں تک جنت کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی
ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی کے دل میں کبھی ان کا خیال

آیا۔ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا جس میں ایسا مزہ آئے گا کہ کسی چیز میں نہ آئے گا۔

حوضِ کوثر کی تعریف

س: حوضِ کوثر کسے کہتے ہیں؟

ج: حوضِ کوثر ایک حوض ہے جس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینہ کی راہ کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے اندر ستاروں سے زیادہ چمکدار آبخورے ہیں۔ جو شخص ایک دفعہ اس کا پانی پی لے گا، پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ یہ حوضِ کوثر خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن عطا ہوگا۔ آپ اپنی اُمت کو اس کا پانی عطا فرمائیں گے۔

دوزخ کی تعریف

س: دوزخ کیا چیز ہے؟

ج: دوزخ ایک ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں آگ ہی آگ ہے۔ جو دُنیا کی آگ سے ستّر حصے زیادہ تیز ہے۔ اور وہ اس قدر زیادہ گہری ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر اس کے اوپر سے چھوڑا جائے تو ستّر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے۔ اس کی آگ کو تین ہزار برس تک دھونکا گیا، بالکل سیاہ رنگ کی ہے۔ اس میں اس قدر جوش ہوگا کہ ستّر ہزار فرشتے ستّر ہزار زنجیروں میں دوزخ کو جکڑے ہوئے

ہوں گے۔ اس کے اندر اونٹ کے برابر سانپ اور کاٹھی کے برابر بچھو ہوں گے ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ کسی نے کہا ہے خون عزبرکا کانٹوں دار درخت ملے گا۔ جب گلے میں عزبر کا درخت پھنس جائے گا تو پینے کو ایسا کھولتا ہوا پانی ملے گا کہ ہونٹوں کو جلا کر اس قدر لٹکا دے گا کہ اس کی سوجن سے سینہ تک ڈھک جائے گا اور جو بوند پیٹ میں اس پانی کی پہنچ جائے گی وہ تمام آنتوں کو کاٹ ڈالے گی۔ غرضیکہ تکلیف ہی تکلیف ہے۔ ایسی تکلیف کسی چیز میں نہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو دوزخ سے محفوظ رکھیں۔

جزا و سزا کا بیان

قبر کا عذاب

س: مردہ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک کس حال میں رہتا ہے؟

ج: مرنے کے بعد مردہ کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے، یہ فرشتے مردہ سے آکر تین سوال کرتے ہیں۔

تیرا رب کون ہے؟ رسول تیرا کون ہے؟ دین تیرا کیا ہے؟

اگر اس نے ٹھیک ٹھیک جواب دیا، تو وہ فرشتے اس کو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں، جنت کی طرف کی کھڑکی کھول دیتے ہیں، جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ مزہ میں پڑ کر سو رہتا ہے۔ اور اگر وہ

ردہ ٹھیک ٹھیک جواب نہ دے اور ایماندار نہ ہو تو اس پر بڑی سختی اور عذاب
یامت تک ہوتا ہے۔ قبر اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے اور دوزخ کی طرف کی
ڑکیاں کھول دی جاتی ہیں جس سے اس کو تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔

س : مردہ تو بے جان ہوتا ہے۔ اس سے یہ سوال جواب۔ اور آرام و راحت
ور تکلیف کا احساس کیسے ہوتا ہے؟

ج : مردہ بظاہر بے جان معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ جاندار ہوتا
ہے، جو روح موت کے وقت نکال لی جاتی ہے، وہی روح دوبارہ سوال جواب
کے وقت اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر وہ جاندار ہو کر جواب دیتا ہے۔

س : ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ چند دنوں کے اندر قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے
نشان تک باقی نہیں رہتا۔ پھر اس کو وہاں آرام تکلیف کیا معلوم ہوگی۔

ج : اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم بھی ہے، جہاں پر
س دنیا کی سب چیزوں کے اجسام موجود ہیں۔ اس عالم کو عالم مثال اور برزخ بھی
کہتے ہیں۔ فرشتے جس وقت روح نکال کر لے جاتے ہیں تو پھر اس جسم میں وہی ڈا
ل دیتے ہیں اور اسی جسم سے سوالات کرتے ہیں اور اسی جسم کے قبر میں موجود
رہنے تک تکلیف و آرام پہنچتا رہتا ہے۔

اور اگر مردہ کو دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے، یا کوئی درندہ یا چیڑیا کھا
جائے تو پھر سوال و جواب اس عالم مثال کے جسم سے کیا جاتا ہے، اور اسی تکلیف
و آرام پہنچتا ہے۔ اسی طرح جب مردہ قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، تو پھر اسی
عالم مثال میں روح کو تکلیف و آرام ملتا ہے۔ اور قیامت تک اسی کو راحت

و تکلیف ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت کے بعد اس دنیاوی جسم کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حسب سابق تشکیل عطا فرمائیں گے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہی جسم جنت میں یا دوزخ میں رہے گا۔

دفن میں کیا حکمت ہے

س : مردہ کو کیوں دفن کیا جاتا ہے، ہندوؤں کی طرح جلایا کیوں نہیں جاتا؟

ج : انسان کی اصل مٹی ہے، کیونکہ مٹی ہی سے انسان پیدا ہوا تو مٹی انسان کی ماں ہوئی۔ اور انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک جسم اور دوسرے روح سے، اور روح ہی سے انسان بڑھتا اور پرورش پاتا ہے، تو گویا روح انسان کے لیے مربی اور پرورش کرنے والے ہوئی، اور جس طرح کہ باپ بچے کی تربیت کرتا ہے، اسی طرح روح بھی انسان کی پرورش کرتی ہے، تو روح مثل باپ کے اور مٹی مثل ماں کے ہوئی، اور قاعدہ ہے کہ جب باپ سفر کرتا ہے تو بچے کو ماں کے سپرد کر کے جاتا ہے نہ کہ باورچن کے، یعنی آگ کے جو کہ انسان کے لیے مثل باورچن کے ہے کہ آگ کا کام تو پکانے کا ہے نہ کہ پرورش کا، لہٰذا جب روح نے سفر کیا تو جسم کو اس کی ماں یعنی مٹی کے سپرد کیا، نہ کہ باورچن (آگ) کے۔ یہ وجہ ہے دفن کرنے کی۔ اور جلانا تو سخت بے رحمی کی بات ہے، کیونکہ اس میں تو اپنے ہاتھوں اپنے بھائی کو ایذا پہنچائی جاتی ہے، نیز جلانا بے حیائی کی بات بھی ہے کہ جس چیز کو وہ زندگی میں چھپاتا تھا اب جس وقت وہ جلایا جائے گا تو پہلے کفن جل جائے گا اور مردہ ننگا رہ جائے گا، جس پر سب کی نظریں پڑیں گی اور اگر

عورت ہوتی تو پھر کس قدر بے عزتی ہوگی، حیادار قوم تو اسے کبھی بھی پسند نہیں کرسکتی کہ اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن اور دیگر اعزہ کی چیزوں کو مرنے کے بعد ننگے تو ان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے اور نیز اس لیے بھی جلانا بُری بات ہے کہ جلانے سے بدبو ہوا میں پھیل کر غلاظت بیماریاں پھیلاتی ہے اور دفن کرنے سے تو اندر ہی اندر پھول پھٹ کر مٹی میں مل جاتا ہے، اور مٹی اندر ہی اندر سب کو جذب کر لیتی ہے، تو ان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے، لہٰذا عقلاً بھی دفن کرنا ضروری ہوا۔

س: آپ نے کہا جلانے سے تکلیف ہوگی، تو جب اس میں روح ہی نہیں تو تکلیف کس طرح ہوگی؟

ج: جب ایک عرصے تک کسی سے متعلق رہتا ہے، تو اس کو تکلیف و آرام میں دیکھ کر رنج و خوشی ہوتی ہے، چنانچہ ایک دوست کو تکلیف میں دیکھ کر رنج اور آرام میں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ اگر کسی کا کپڑا اسے کر جلا دیا جائے تو اس کے مالک کو تکلیف ہوتی ہے حالانکہ وہ کپڑا اس کے جسم سے علیحدہ ہے جسم پر نہیں ہے، مگر چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک عرصہ تک تعلق رہ چکا ہے اس لیے اس کے جلنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح چونکہ روح ایک عرصے تک جسم میں رہی ہے تو جسم کو روح سے تعلق ہے اور عالم ارواح میں وہ روح موجود ہے، تو جس وقت جسم کو جلایا جائے گا تو روح کو تکلیف ہوگی، اور یہ تکلیف اس کو ہم نے دی، تو یہ کس قدر ظلم کی بات ہے۔ بس علاوہ بو کر جلانے سے روح کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

س: آپ نے پہلے بیان کیا ہے کہ اگر مردہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دے گا تو نجات ہو جائے گی، ورنہ پھر وہ عذاب دائمی میں مبتلا ہو گا اب سوال یہ ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک جوابات کیا ہیں جن سے مردہ ہمیشہ ہمیشہ آرام میں رہیگا۔

ج: سنئیے اور یاد رکھنے کی کوشش کیجئے۔

پہلا سوال تو یہ کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رب خدا ہے، اور دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے یعنی تو نے زندگی کس مذہب پر گذاری ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ اور پھر تیسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا رسول اور پیغمبر کون ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رسول اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پس اس طرح کے جوابات دینے سے عذاب قبر دائمی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے — اور اگر خدا نخواستہ وہ جواب سے عاجز ہو گیا اور ہر سوال کے جواب میں لَا اَدْرِی (میں نہیں جانتا) کہا، تو پھر اس کے لیے عذاب دائمی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہے گا، کیونکہ یہ بات سوائے کافر کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا، اور جس کا کہ ایمان پر خاتمہ ہوا ہے۔ وہ انشاء اللہ ٹھیک ٹھیک جوابات دے گا۔

دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت

س: انسان مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟

ج: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا نام قیامت ہے۔ اور جس کی دوسری

تاریخ، جمعہ کا دن، صبح کے وقت، زندہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے
کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا اور اس کی آواز ایسی ہیبت ناک ہوگی کہ سب
مر جائیں گے، اور زمین و آسمان پھٹ جائیں گے، دنیا فنا ہو جائے گی۔ تقریباً
چالیس سال اسی سنسانی کی حالت میں گزر جائیں گے، پھر جب حق تعالیٰ کو منظور
ہوگا کہ تمام دنیا پھر پیدا ہو جائے، تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا، اس سے
پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا۔ مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے دن
ملک شام میں سب جمع ہوں گے، اور اس دوبارہ صور پھونکنے کے بعد لوگ
اس طرح زندہ ہوں گے جیسے بارش ہوتے ہی مینڈک ندی نالوں میں سے
اور کیڑے زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں کہ وہ ذرات جو مٹی میں ملے ہوئے
تھے۔ صور پھونکتے ہی پہلے کی طرح جسم ہو کر جاگ اُٹھیں گے۔

دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کی کیفیت

س : پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

ج : زندہ ہونے کے بعد یہ ہوگا کہ سب لوگ میدانِ قیامت میں جمع
ہوں گے، آفتاب بہت نزدیک ہو جائے گا، جس کی گرمی سے لوگوں کے
دماغ پکنے لگیں گے، اور جس کے جس قدر زیادہ گناہ ہوں گے، اسی قدر زیادہ
پسینہ آئے گا۔ بھوک و پیاس کی شدت سے پریشان ہو جائیں گے، اور جن
نیک لوگوں نے دنیا میں لذت والی چیزوں سے اجتناب کیا ہوگا۔ ان کے
لیے حق تعالیٰ زمین کی مٹی کو میدہ بنا کر لذیذ روٹی تیار کرائیں گے۔ اور وہ نیک بندے

کر کھلائی جائے گی اور اس روٹی کے اندر دُنیا کی تمام قسم کی لذت موجود ہوگی
اس روٹی کے کھانے کے بعد ان کی بھوک دور ہو جائے گی، اور حوضِ کوثر کا پانی
پی کر پیاس بجھائیں گے. حساب وکتاب کے انتظار میں جب کافی مدت گزر جائے
گی، تو پریشان ہو جائیں گے، اور گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کے لیے
حاضر ہوں گے. تمام انبیاء علیہم السلام سفارش سے معذوری ظاہر فرمائیں
گے، پھر آخر میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لیے
حاضر ہوں گے، آپ سفارش فرمائیں گے، آپ کی سفارش کے بعد حق تعالیٰ کا
عرش زمین پر اترے گا اس پر حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، پھر حساب وکتاب شروع
ہو جائے گا اور اعمال نامے وزن کیے جائیں گے. بعض بندے بے حساب جنت
میں جائیں گے. نیکوں کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں
دیا جائے گا، پھر جہنم پر ایک ایک پل صراط رکھی جائے گی. اس پر چلنے کا حکم
ہوگا، جو نیک ہوں گے وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے اور جو
بد ہوں گے وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے، اور جن کی نیکی اور بدی دونوں
برابر ہوں گی. ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام پر جس کا نام اعراف
ہے رکھا جائے گا.

س: اور جو گنہگار مسلمان دوزخ میں جائیں گے کیا وہ پھر دوزخ سے
نکلیں گے؟

ج: جی ہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام، علماء، اولیاء، شہداء، حفاظ اور دوسرے نیک

بندے ان گنہگاروں کی بخشش کے لیے حق تعالیٰ سے سفارش فرماویں گے
اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول کریں گے اور جس کے دل میں رائی کے برابر
بھی ایمان ہوگا اس کو بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے۔

س: کیا کافر اور مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ قرآن پاک کی اس آیت
سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سوائے مشرک کے اور سب کی بخشش ہو جائے گی۔
وہ آیت یہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ	بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کرایا جاوے

اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

ج: جیسے مشرک کی بخشش نہ ہوگی ایسے ہی کافر کی بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ
دوسری جگہ کافروں کے لیے ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا	بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اور تیسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَالْکُفَّارَ	وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور منافق عورتوں اور کفار

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ | کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رکھنے کا۔

اور چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ،

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا دوسروں کو بھی روکا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہرگز نہ بخشیں گے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ جیسے مشرکین کی بخشش نہیں ہوگی ایسے ہی کافروں کی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ حالانکہ مشرک تو خدا تعالیٰ کو مانتا ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو بھی ذات اور صفات میں شریک ٹھہراتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کو سرے ہی سے نہ تسلیم کرے اور اس کی ذات وصفات کا انکار کرے اس کی بخشش تو بطریق اولیٰ نہ ہونا چاہیے۔

س: کیا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی خروج نہ ہوگا؟

ج: جی ہاں! جب تمام لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو کبھی موت نہ آئے گی۔ موت کو مینڈھے کی شکل میں لاکر دوزخیوں اور جنتیوں کے سامنے ذبح کر دیں گے، اور فرمایا جائے گا کہ اب نہ دوزخیوں کو موت ہے اور نہ جنتیوں کو۔

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

ج : قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔	تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے، پس ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔	اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات سے تو مسلمانوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور کفار کے بارے میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ	البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جائیں۔ ایسے لوگوں پر

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ	اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں
فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ	کی لعنت برسا کرے گی (اور)
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ	وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے

ان سے عذاب کبھی ہلکا نہ ہونے پائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی جائیگی۔

اور ارشاد ہے کہ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ	ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا
اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ	ہوگا، یہ لوگ دوزخی ہیں اس
فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ	میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور

وہ برا ٹھکانہ ہے۔

س: کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

ج: کافر اسے کہتے ہیں، جو خدا تعالیٰ کو، پیغمبروں، آسمانی کتابوں، قرآن شریف، فرشتے، جنت دوزخ، حساب وکتاب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کو نہ مانے۔

اور مشرک اسے کہتے ہیں کہ جو خدا کی ذات اور اس کی صفات میں دوسرے کو شریک کرے، دوسرے کو پوجے جیسے ہندو بتوں کو پوجتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، سورج، پیپل، آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

س: آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ مشرک ہیں تو کیا جو بعض مسلمان مرد اور عورتیں، بزرگوں، اور شہیدوں کے

...زاروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی شرک ہے؟

ج: اگر تعظیم اور عبادت کے خیال سے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا
...یا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان کے مزاروں کو بھی سجدہ کرتے ہیں تو وہ بھی مشرک ہیں، لیکن یاد
...ہے کہ کسی کو محض سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر مشرک کا حکم نہ لگایا جائے جب تک
...اس کا اس ارادہ سے سجدہ کرنا معلوم نہ ہو یا اس کی نیت کا حال معلوم نہ ہو۔
اسی طرح اگر یہ پھول، مٹھائی وغیرہ اس لیے چڑھاتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم
...سے خوش ہوں گے، اور خوش ہو کر ہمارا کام بنا دیں گے تو یہ بھی خلافِ شریعت
...اور شرک ہے، اور اگر بطور تحفہ اور سلام ایسا کرتے ہیں تو وہ شرک نہیں لیکن
...بدعت ضرور ہے ہر مسلمان کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے کہ کسی بزرگ کے مزار
...پر نہ سجدہ کریں، اور نہ چراغ جلائیں، اور نہ پھول چڑھائیں کیونکہ یہ بھی ہندوؤں کا
...نقل ہے کہ وہ اپنے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ دیکھنے
...میں دونوں کام ایک ہیں، مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور سجدہ کے
...بارے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ

"سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے، کسی کو سجدہ نہ کرو، اگر غیر اللہ
کے لیے سجدہ جائز ہوتا، تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر
کو سجدہ کرے"

تقدیر

تقدیر کی حقیقت

س: تقدیر کسے کہتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے مخلوق کے تمام اچھے اور برے

کام بندوں کے پیدا ہونے سے پہلے ایک جگہ لکھ دیئے ہیں۔ اس کو تقدیر کہتے ہیں۔ اس لکھے ہوئے کے موافق بندوں سے جو کام ہوتا ہے وہ تقدیر کے موافق ہوتا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

س: کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو مہربانی کرکے شریعت سے اس کو ثابت کیجئے۔

ج: جی ہاں تقدیر پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے؛ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ

۱: تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے اس کی بھلائی پر بھی اور اس کی بُرائی پر بھی، یہاں تک کہ یقین کرے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی، اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی۔[1]

غرض خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر دی ہے۔ رزق، عزت، دولت، راحت و مصیبت، موت و حیات سب اس تقدیر کے مطابق ہیں اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

تقدیر کے فوائد

س: تقدیر کے ماننے میں کیا کیا فائدے ہیں۔

---

[1] ترمذی شریف جیو ڈ ایسیہ

ج: یوں تو بہت فائدے ہیں جن کے بیان کے لیے یہ مختصر کتاب کافی نہیں، مگر ہم کچھ فوائد شمار کراتے ہیں۔

الف: کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے دل مضبوط ہوتا رہے گا، یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اس کے خلاف ہو نہیں سکتا تھا۔ اور وہ جب چاہے گا اس کو رفع کر دے گا

(ب) جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کے دُھکر نہ بھی دیر لگے گی تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا۔

ج: نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اس مصیبت کے رفع ہونے کی ایسی نہ کرے گا جس سے حق تعالیٰ ناراض ہو، یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدون خدا تعالیٰ کے چاہے ہوئے رفع ہوگی نہیں پھر خدا کو کیوں ناراض کیا۔

(د) نیز اس سمجھنے کے بعد اب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دُعا میں بھی مشغول ہوگا، کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اسی کے چاہنے سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے تو اس سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ امید ہے۔ پھر دُعا میں لگ جانے سے اللہ تعالیٰ سے علاقہ بھی بڑھ جائے گا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے۔

(ہ) نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرنے سے ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اس کو ناز اور فخر اور دعویٰ نہ ہوگا۔

حاصل ان سب فائدوں کا یہ ہوا کہ ایسا شخص کامیابی میں شکر کرے گا اور ناکامی میں صبر کرے گا۔

تعلیماتِ اسلام

(حصّہ پنجم)

مؤلّف
مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ
خلیفۂ مجاز
حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

ناشر
واحدی کتب خانہ
بلاک ۳-۳۶، جے لانڈھی کراچی ۳۰

گناہوں کا بیان

گناہ کی حقیقت

س: گناہ کسے کہتے ہیں؟

ج: گناہ کے معنی نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا ہے جس کام میں اللہ تعالیٰ
کے احکام کی نافرمانی ہوتی ہو اُسے گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کرنا بہت سخت بات ہے
اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے، ہر قسم کے گناہ سے بچنا
چاہیئے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا۔

گناہوں کی قسمیں

س: کیا گناہوں کی بھی قسمیں ہیں؟

ج: جب آپ کو گناہ کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور
اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت
ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لیے اس کو صغیرہ نہیں کہہ سکتے
جیسے آگ کی چنگاری، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، چھپر کے جلانے کے لیے دونوں
برابر ہیں، ایسے ہی انسان کو اُخروی نقصان پہنچانے کے لیے دونوں برابر ہیں۔
پھر جو یہ مشہور ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں کہ بعض صغیرہ اور بعض کبیرہ یہ محض
نسبتی ہے کہ بعض گناہ بمقابلہ دوسرے گناہ کے صغیرہ یعنی چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض

علماء کا یہی قول ہے، اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہ بعض صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق اور مردود الشہادت سمجھا جاتا ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کی شہادت رد کی جاتی ہے۔ پہلی قسم کو کبیرہ اور دوسری قسم کو صغیرہ کہا جاتا ہے، مگر ان سب میں بہتر تعریف جو زیادہ جامع اور سلف صالحین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو، یا اس کام کے کرنے پر کافر کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، جیسے تارک نماز کو جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔	جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی پس وہ کافر ہو گیا، یعنی اس نے

کافروں جیسا کام کیا۔

اس قسم کے گناہوں کو کبیرہ کہتے ہیں اور جن گناہوں پر اس قسم کی تصریح وارد نہ ہوئی ہو وہ صغیرہ ہے۔

گناہ کی چند مثالیں

س: مہربانی فرما کر گناہوں کی چند مثالیں بھی شمار کرا دیں۔

ج: سنیے اور حفظ کیجیے، اور بچنے کی کوشش کیجیے۔

داڑھی منڈوانا، نماز کا ترک کرنا، قبروں پر سجدہ کرنا، بزرگوں کے مزارات

پر جا کر نذر و منت ماننا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ کے قابل ہو کر زکوٰۃ نہ دینا، حج کے قابل
ہو کر حج نہ کرنا، حضرات صحابہ کو برا کہنا، والدین اور اپنے اساتذہ کی جائز کام میں
نافرمانی کرنا، اہل و عیال کے حقوق نہ ادا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا،
جیب کاٹنا، قرض لے کر پھر ادا نہ کرنا، کسی کی زمین یا مکان غصب کرنا، سود لینا،
رشوت لینا، یا کسی ناجائز کام کو رشوت دے کر کرانا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا،
جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، ناچ دیکھنا، گانا سننا، لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ
دینا، خودکشی کرنا، تقریبات میں ناموری کے لیے فضول خرچ کرنا یا قرض لے کر
خرچ کرنا، بیوی والی پر گھر کا چھپا پڑتا، مرد کے لیے پاجامہ یا لنگی کا ٹخنوں سے
نیچے پہننا، ناجائز امور میں چندہ دینا، میدان جہاد سے بھاگنا، امانت میں خیانت
کرنا، جاندار کی تصویر بنانا یا کسی جاندار کی تصویر گھر یا دکان میں رکھنا، جادو کرنا،
سیکھنا، پڑوسی، مہمان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا، بری نیت سے کسی لڑکے
لڑکی کو دیکھنا، یا اس سے باتیں کرنا، یا عورت کا نامحرم مرد کو تاکنا، گالی دینا، تہمت
لگانا، عورتوں کا ٹخنے کھولنا، بلا ضرورت خاص نامحرم مرد سے بات چیت کرنا،
کی توہین کرنا، تکبر کرنا، حسد کرنا، بخل کرنا، اسراف کرنا، حرص کرنا، ناشکری
کرنا، بے صبری کرنا، لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا، چغل کھانا، غیبت کرنا، غصہ کرنا،
خود پسندی میں مبتلا ہونا، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، پتنگ اڑانا،
دونوں طرف سے شرط باندھنا، بدعت کے کام کرنا، پختہ قبریں بنانا، قبروں پر
گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، غلاف ڈالنا، تیجہ و
چالیسویں کے لیے میت کے مکان پر کھانا کھانے کے لیے جمع ہونا، جائز اور مستحب

کام میں ایسی شرطیں لگانا جو شریعت سے ثابت نہ ہوں. مثلاً ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت اور سیرت کے بیان کے لیے ربیع الاول کے مہینہ کو خاص کرنا وغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، داڑھی مونڈھنا، کسی کی زمین پر بحیثیت مورثی کے قبضہ کرنا۔

اسی قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جن کی تفصیل کے لیے مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے دنیا کے نقصانات

س: کیا گناہ کرنے سے دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے؟

ج: جی ہاں دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً علم سے محروم رہنا، رزق کم ہو جانا، خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا، اکثر کاموں میں دشواری کا پیش آنا، قلب میں ظلمت معلوم ہونا، دل میں اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا، طاعت سے محروم رہنا، عمر میں برکت نہ ہونا، گناہوں کا سلسلہ چلنا، توبہ کا ارادہ کمزور ہو جانا، گناہ کرتے رہنے سے اس کی برائی دل سے نکل جانا، دشمنانِ خدا اور ناہوں کا حاکم، خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا، دوسری مخلوق کو اس کی معصیت کا ضرر پہنچنا، عقل میں کمی آنا، خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہونا، بارش کا رکنا، پیداوار کم ہونا، عزت و منزلت کا کم ہو جانا، خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دل سے جاتا رہنا، نعمتوں کا سلب ہونا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا، وغیرہ وغیرہ۔

بدعات کا بیان

بدعت کی حیثیت

س: بدعت کسے کہتے ہیں؟

ج: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت ثابت نہ ہو، یعنی اس کام کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، نہ صحابہ کرام نے، نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے، نہ ائمہ اور فقہائے کرام نے، اور نہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملے، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جائے۔ ایسے کام کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ بدعت بہت بری چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے، اور فرمایا کہ بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

کفر و شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے اگر گناہ کرتا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا، مثلاً قبروں پر گنبد بنانا، دھوم دھام سے عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، شادی میں سہرا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔

عرس کی شرعی حیثیت

س: عرس کیا چیز ہے ذرا اس کی حقیقت بیان کر دیجئے۔

ج: عزیزم آپ نے خوب وقت پر موقع کا سوال کیا مگر دیکھئے سوال سے مقصود جہاں علمی خلش سے نکلنا ہوتا ہے وہیں خالی الذہن ہو کر دلیل پر نظر کرکے عملی قدم اٹھانا اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے مقصود معلومات سے عقائد و اعمال کی تعمیر ہے کہ مطلق علم آپ اس کو ذہن

ہیں رکھتے ہوئے عرس کی حقیقت سنیئے۔ عرس عرس کے معنی ہیں خوشی کے عرس اسی سے ہے۔ کہتے ہیں شب عروس تو چونکہ بزرگوں کی موت کا دن بزرگ کیلئے خوشی کا دن ہوتا ہے کہ وصال الی اللہ کا دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت معین الدین چشتیؒ وغیرہ حضرات قدس سرہم ہیں کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا میں آنا بیکار رہتا کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ موت پل ہے جو کہ دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے اس لیے وصال الی اللہ کے لیے موت کی تمنا علامت ولایت کی ہے تو وہ دن موت کا بزرگوں کے لیے چونکہ خوشی کا دن ہوتا ہے اس لیے اس یوم کو یوم عرس کہا جاتا ہے، سابق اولیاء کرام بعض مصلحتوں سے بزرگوں کے مزارات پر جمع ہو جایا کرتے تھے اور وہ مصلحتیں یہ تھیں کہ جہاں ان صاحب مزار کو قرآن شریف پڑھ کر بخشا ہوگا وہیں یہ نفع بھی ہے کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے اپنے باطنی مقامات میں اشکال حل کریں گے اور ایک دوسرے سے فیضیاب ہوں گے توجہ سے باطنی ترقی ہوگی، تیسرا یہ کہ عوام مسلمانوں کو اپنے لئے شیخ کا منتخب کرنا آسان ہوگا کہ مختلف مشائخ سے ملیں گے صحبت میں بیٹھ کر ان کے طرز و طریق اور حالات سے دیکھ کر اپنی مناسبت کا اندازہ کرکے شیخ کا انتخاب کرلیں گے یہ تھا مقصود اس اجتماع سے اور وہ بھی ہمیشہ خاص اسی ماہ میں نہیں سال بھر میں کسی ماہ میں ہو جائے نہ قوالی تھی نہ میلے کی شکل تھی اور نہ کوئی تقریری اور تجارتی صورت تھی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی ان کو معلوم تھا کہ ایسے

قے سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ کا
د ہے کہ لا تجعلوا قبری عیداً کہ میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی
رح عید کے لیے دن مقرر ہوتا ہے اور عمدہ عمدہ کپڑے پہنکر خوشی
ساتھ لوگ جمع ہوکر ایک مقام پر اکٹھے ہوجاتے ہیں اس طرح میری قبر
ے نہ ہونا تو بھلا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پر اس طرح جمع
منع فرما رہے ہیں تو پھر دوسرے کے مزار پر تعین ماہ و تاریخ اور
ولباس زینت کو پہنکر خوشی کے ساتھ مثل بیاہ شادی و عید و بقرعید
ہوکر جانا اور جمع ہونا کیونکر درست ہوسکتا ہے حالانکہ اپنے روضہ مبارک
رت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب عجیب عنوان سے
ر کر فرمایا مَنْ زَارَنِي فِي قَبْرِي مِنْ بَعْدِي۔ فقد زارنی جس نے
ی قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور فرمایا مَن
ی قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي کہ جس نے میری قبر کی
ت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی تو باوجود اتنی ترغیبات
وسلم کے آپ اپنے روضہ مبارک پر اجتماع کو منع فرما رہے ہیں اس
جنا چاہیئے کہ دوسرے کے مزار پر اجتماع تعین ماہ و یوم کے ساتھ
مدہ کپڑے پہنکر عطر وغیرہ لگا کر سنگار کے ساتھ سامان و نشاط
رنے کے ساتھ کیونکر جائز ہوسکتا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ
ں اصل سے ہی درست نہیں اور بزرگوں کا جو حوالہ دیا جاتا ہے
ی درست نہیں کہ آجکل کے اجتماع اوران کے جمع ہونے

کے مقاصد میں اور طرز وہیئت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔
عزیزمن کسی چیز پر حکم اس کی حقیقت پر لگا کرتا ہے نام پر نہیں لگتا
تو جب اس زمانہ میں عرس کی حقیقت نہیں ہے جو کہ جو اولیاء کرام کے نزدیک تھی
جیسا کہ معلوم ہو گیا —— تو صرف عرس کے نام سے عرس موجودہ کے
جائز ہونے کا حکم کیونکر لگایا جا سکتا ہے آج کل عرسوں میں وہ تماشے جو
ایک میلے کی ہو سکتی ہیں وہ سب موجود ہوتی ہیں بلکہ اس سے زائد جیسے عورتیں
سنگھار کر کے بے پردہ وہاں جاتی ہیں۔ جیسے سارنگی ڈھول باجے
وہاں ہوتے ہیں بازاری عورتوں کے گانے وہاں ہوتے ہیں دیگر تماشے
اور کھیل کود اور کھلونے وہاں ہوتے ہیں اب تم خود سوچو کہ کیا یہ باتیں اسلام
میں حرام نہیں ہیں اور کیا اولیاء اللہ نے کبھی یہ چیزیں جمع کی تھیں یا جمع ہونے
دی تھیں۔ پھر یہ عرس کیا وہی عرس ہے اور جیسے کیا وہاں سجدے نہیں ہوتے
جو کہ شرک کے صاف مشابہ ہے اسی بنا پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مرض وفات میں فرمایا لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا
قبور انبیاءھم مساجد کہ۔ لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ
پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنایا اس ارشاد میں آپ کا
صاف اعلان تھا اپنی امت کو کہ تم اے مسلمانوں ایسی لعنت کا کام نہ
کرنا کہ اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگو۔ اب تم خود ٹھنڈے دل
سے سوچو کہ جس جگہ اس قدر گناہوں کے جمع ہونے کی ہو وہاں جانا بھی
درست نہیں چہ جائیکہ ایسے کام کی بنا ڈالنا اور اس میں کوشش یہ کس قدر مذموم و

قبیح اور سخت ترین نافرمانی اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گی
لہٰذا معلوم ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی قطعاً جائز نہیں البتہ مزارات پر جانے
اور فاتحہ پڑھنا درست ہے اس کو کوئی منع نہیں کرتا اور منع کیونکر کیا جا سکتا
ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ
الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ
یعنی میں تم کو پہلے قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب زیارت کیا کرو اس
لیے کہ قبروں کی زیارت آدمی کو دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت
کو یاد دلاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لیجایا کرتے تھے
چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِقُبُورٍ بِالْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ
يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَفُنَا
وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ۔ کہ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گئے اور آپ
نے قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو خدا تعالیٰ ہماری
تمہاری بخشش فرمائے تم ہم سے پہلے چلے آئے ہم بعد میں آنے والے ہیں
اس ارشاد و عمل اور فعل حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبرستان جانا
اور فاتحہ پڑھنا دعا مغفرت کرنا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ مقصود۔ قبرستان
جانے سے اور زیارت کرنے سے عبرت حاصل کرنا ان کے لیے دعا کرنا
آخرت کو یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا ہے۔ ان فائدوں کے لیے
زیارت کا حکم فرمایا سو اس قسم کی زیارت سب کی درست ہے۔

ولی ہو یا غیر ولی بادشاہ ہو یا فقیر بلکہ بنسبت دوسروں کے بادشاہ ودنیوں کی قبر پر جانے سے زیادہ عبرت ہے اور بنسبت ولی کے گنہگاروں کی قبر پہ جانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان کو دعا کی حاجت زیادہ ہے۔ اب آپ خود خیال فرمائیں کہ کون ایسا مولوی ہے جو زیارت قبور کو منع کر سکتا ہے۔ زیارت کو اور قبرستان جانے سے کوئی منع نہیں کرتا بلکہ عرس کو منع کیا جاتا ہے جس میں ستار اور ساز رنگیاں وغیرہ بجائی جاتی ہیں خوشیاں کی جاتی ہیں بناؤ سنگار کے ساتھ جایا جاتا ہے۔ غرضیکہ گانے بجانے ناچ طبلے ڈھول تمام لہو و لعب کی چیزیں وہاں جمع ہوتی ہیں کہ نہ عبرت ہے نہ دنیا سے نفرت و بے رغبتی ہے نہ آخرت کا یاد کرنا ہے جو مقصود تھا زیارت سے پھر یہ زیارت کیسی ہے کہ تمام باتیں زیارت مزار کے مقصود کے خلاف جمع ہیں یعنی ہنسنا قہقہہ لگانا گانا۔ دنیا کی فضول ولغو باتیں کرنا کھانا پینا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی کسی طرح جائز نہیں لہذا عرس کرنا تو کیا شریک ہونا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

س : آپ نے بیان عرس میں ماشاءاللہ تعالیٰ خوب روشنی ڈالی جزاکم اللہ تعالیٰ جزاءً خیرا۔ اب ایک اور شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لیجاتے تھے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ اگر قبرستان میں مسلمان جمع ہو جائیں تو جائز ہے الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء

على رأس حول حول فيقول سلام عليكم بما صبرتم
فنعم عقبى الدار۔

ج: عزیز من اس حدیث شریف میں عرس سے کوئی علاقہ نہیں اول
تو یہ بات ہے کہ یہ حدیث شریف کتب صحاح میں نہیں دوسرے اس حدیث
کے راوی محمد ابن ابراہیم ہیں یہ حدیث مرفوع متصل نہیں، لہذا کسی بات کے
ثابت کرنے کے لیے جو اصول ہیں کہ حدیث صحیح کا ہونا ضروری ہے یہ بات
اس روایت میں نہیں تیسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لیں تو یہ حدیث
مجمل ہے کیونکہ سال کے شروع میں آپ کے تشریف لے جانے کے دو معنی
ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سال ہجری کے شروع ماہ محرم میں تشریف لے
جاتے تھے دوسرے معنی یہ ہیں کہ شہدا کے سال شروع یوم شہادت میں
تشریف لاتے تھے لہذا میت کے وفات کے خاص دن سالانہ جانے پر کوئی
دلیل نہیں بلکہ بہت سے بہت اس قدر ثابت ہوا کہ جیسا ہفتہ وار اور
سالانہ قبرستان جانا ہوتا ہے ویسے سال بھر بعد قبرستان جانا ہو جائے تو
درست ہے اور اس طرح جانے کو کوئی عرس نہیں کہتا اور پھر یہ حدیث
شریف معارض ہے لا تجعلوا قبری عیدا کے لہذا اجتماعی طور
پر بطور عید خوشی اور سامان شادمانی کے ساتھ تشریف لے جانا تو بالکل ہی
محال ہے پس اس حدیث شریف سے عرس کے جائز ہونے کو ذرہ برابر
بھی مس نہیں اور سالانہ قبروں اور مزارات پر بلا کسی خاص اہتمام و اجتماع
کے جانا جائز ہے پس لا تجعلوا قبری عیدا کی صحیح

حدیث شریف سے عرس کا ناجائز ہونا ثابت ہوا اور اس حدیث شریف سے بشرطیکہ یہ حدیث شریف صحیح ہو تو سالانہ بغیر کسی خاص اہتمام اور اجتماع کے جائز معلوم ہوا امید کہ اب تمام شبہات کافور ہو گئے ہوں گے۔

س: بیشک اب کوئی شبہ نہیں مگر ایک سوال باقی ہے وہ یہ کہ گانا بجانا قوالی سننا درست نہیں حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ اولیاء کرام قوالی سنتے تھے۔

ج: آپ سے تعجب ہے کہ یہ سوال آپ کے دل میں کھٹکا کون نہیں جانتا کہ خلاف پیمبر کسے راہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ یا تو آپ ان حضرات کو اولیاء میں سے جانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں جانتے تو سوال ہی لغو ہے اور اگر ان کو اولیاء میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ولی خلاف سنت طریقہ اختیار کرے اور ترک سنت پر اصرار کر کے ولی ہو سکتا ہے؟ جو ولی ہو گا وہ سنت کا تارک نہیں ہو گا اور جو سنت کا تارک ہو گا وہ ولی نہ ہو گا کیا حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنا لیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ومالہ ونفسہ کہ جب تک مجھے اپنے مال باپ مال و اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبت نہ ہو گی اس وقت تک کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا اور کامل ایمان اور

مومن کامل ہی کا نام ولی ہے تو اب غور کیجئے کہ یہ گانا اور بجانا ان اولیاء کرام نے بھلا کیونکر گوارا کیا ہوگا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث یعنی بعض ایسے ہیں جو لغو باتوں گانوں کو خریدتے ہیں اور بموجب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی معصیۃ والجلوس فیہا فسق والتلذذ بہا کفر کہ مزامیر سننا گناہ ہے اور اس کو سننے کو بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المزامیر والمعازف کہ نبی پاک رسول اللہ علیہ وسلم نے منہ سے بجانے والے اور ہاتھ سے بجانے والے باجوں سے سننے کو منع فرمایا۔ قاضی خان جن پر فتویٰ کا بڑا مدار ہے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ان القراۃ بالقصب والتغنی حرام استماع القرآن بالالحان معصیۃ والتالی والسامع اثمان یعنی مشائخ نے فرمایا کہ گانے کے طریقہ پر قرآن شریف پڑھنا اور سننا گناہ ہے اب سوچئے کہ بھلا شعر گانے کے طرز پر پڑھنا اور سننا کب جائز ہو سکتا ہے جبکہ ارشاد خداوندی اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال مشائخ و فقہاء سے گانا اور بجانا حرام ثابت ہے تو اولیاء کرام نے اس کو کیونکر روا رکھا ہوگا۔ معلوم ہو کہ جو سماع ان حضرات سے سننا ثابت ہے وہ ہے جو کہ مباح اور حد جواز میں تھا اور وہ یہ کہ اشعار خوش آوازی کے ساتھ بلا مزامیر و معازف حد شرعی میں محبت حق اور توحید کے ذکر میں ہو خواہ استعارہ اور کنایہ

میں ہوں یا معارف وصریح معنی میں ہو چنانچہ ان حضرات کے شرائط سماع سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے اور وہ شرائط یہ ہیں اول یہ کہ سننے والے صاحب حال ہوں دوئم سنانے والے صاحب دل ہوں سوئم جو چیز سنائی جائے وہ حدود شرعیہ میں ہوں چہارم مزامیر نہ ہوں پانچویں امرد نہ ہوں چھٹے عورت نہ ہوں۔ اب آپ نظر انصاف سے کہئے کہ ان حضرات کی جب یہ شرائط ہیں تو ان حضرات کو بزرگ وولی جانتے ہوئے ان کی طرف گانے بجانے سننے کو منسوب کرنا ان پر تہمت نہیں تو اور کیا ہے اگر کہیں کھنجری یا دف پر کسی بزرگ کا سننا ثابت بھی ہو تو وہ ان کا غلبۂ حال ہے معذوری ہے اور ممکن ہے علاجاً سننا گوارا کر لیا تو ان کا یہ فعل دلیل حجت نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ ان ہی حضرات کے اقوال اس کے خلاف ہیں پس ہر طرح سے یہ معلوم ہو گیا کہ نفل عرس موجودہ کے آجکل کا موجودہ سماع سماع نہیں کاش کہ مسلمان بالعموم اور مدعیان محبت رسول بالخصوص اس کو سمجھیں اور طریق سنت اختیار کریں۔

س: جزاک اللہ تعالیٰ خیراً الجزاء یہ سب سمجھ میں آ گیا۔ اب آپ یہ بتا دیجئے کہ قبرستان اور مزارات پر سنت طریقہ جانے کا کس طرح ہے؟

ج: سنیئے جب عرس کا زمانہ نہ ہو اس وقت مزار پر حاضر ہوں اور کہیں السلام علیکم یا اھل القبور انتم سلفنا ونحن بالاثر ان شاء اللہ تعالیٰ اور ذرا فاصلے سے بزرگ کے چہرہ کی طرف اپنا چہرہ کر کے کھڑے ہوں اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار سورۂ کافرون سورۂ فلق سورۂ ناس سورۂ تکاثر

ورۂ فاتحہ اور تین بار درود شریف اور سورۂ یٰسین شریف یاد ہو تو وہ ایک
ر پڑھ کر اول حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشیں پھر تمام انبیاء علیہم السلام
اور صحابہ کرام کو پھر جس کے مزار پہ یا قبر پہ کھڑے ہوں ان کو بخش دیں
ر پھر اگر اپنے لیے دُعا کریں تو اس طرح کہیں کہ اے اللہ ان بزرگ کے
سیلے سے میرا فلاں کام پورا فرما دیجئے پھر اسلام علیکم کہہ کر واپس چلا آئے
اگر وہ قبر بزرگ کی نہیں ہے تو جانا اور فاتحہ پڑھنا اور واپسی پر السلام علیکم
یہ سب اسی طرح ہے البتہ کھڑا ہونا قریب ہو تو کوئی حرج نہیں اور دُعا
نے سے کرے نہ کرے اختیار ہے۔ اور جب تک قبرستان میں رہے کھائے
ہیں نہ دنیا کی باتیں کریں نہ ہنسیں نہ قہقہے لگائیں بلکہ اپنی موت کو یاد کریں
عبرت حاصل کریں دنیا سے بے رغبت ہوں اور آخرت کی طرف
غب ہوں۔

س: آپ نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے
تحہ پڑھیں دعائے مغفرت مردوں کے لیے کریں حالانکہ ہم
یکھتے چلے آئے ہیں کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھتے ہیں
س میں کیا حرج ہے۔

ج: جی ہاں بظاہر تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا مگر ہمارا دین
سلام کے اندر اس کا بڑا اہتمام ہے کہ کسی طرز و ہیئت سے شرک کا شائبہ
ہ ہونے پائے بلکہ جس طرح عقیدہ میں توحید خالص ہے اسی طرح ہر
وہیئت سے بھی توحید ہی ٹپکے سو چونکہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ

پڑھیں گے تو مشرکین وکفار کو یہ وہم وشبہ ہو سکتا ہے کہ ہماری طرح مسلمان بھی اپنے مُردوں سے کچھ مانگ رہے ہیں اس لیے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا قبرستان میں ٹھیک نہیں چنانچہ آپ حضرات علماء کرام کو قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے کو انشاء اللہ نہ دیکھیں گے۔ عزیزمن توحید خالص عقیدہ اور عمل وحال تینوں میں رچی ہوئی ہونا چاہیئے اور کبھی کوئی ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے مشرکین کی نظروں میں ذرہ برابر بھی ہمارے طرزِ عمل سے شرک کا شائبہ بھی ہو۔ ہر حال وعمل سے توحید خالص ثابت وظاہر ہونا چاہیئے امید ہے اس کو بھی خوب سمجھ گئے ہو گے۔

اسلامی مہینوں کے احکام

س : ہر ماہ میں کچھ رسومات کا رواج ہے اس کا مختصر بیان کر دیں تو بہتر ہے۔

ج : بہت اچھا مختصر طور سے کچھ کچھ ان کا حال بیان کیا جاتا ہے ذرا ذہن کو خالی رکھ کر غور کیجئے اور عمل بھی کی کوشش کیجئے۔

محرم کا بیان

س : محرم کے مہینہ میں تعزیہ بناتے ہیں، شربت پلاتے ہیں، کھچڑا پکاتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے۔

ج : شریعت میں ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی کچھ اصل نہیں ہر ایک ذرا تفصیل سے سنیئے۔ تعزیہ اصل میں تعزیت سے ہے، اور تعزیت کے معنی ہیں ماتم پرسی کرنا۔ تو جو لوگ تعزیہ بناتے ہیں وہ حضرت امام حسینؓ کی ماتم پرسی کرتے ہیں۔ سالانہ ماتم مناتے ہیں کہ محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کا حال صورت سے اور عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور کلام سے بھی بطور مرثیہ اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ سو اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ایسی باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں کیونکہ کسی کی تعزیت ماتم پرسی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عزیز رشتہ دار کو سکون تسلی، صبر دلایا جاوے، نہ کہ اس کا غم بڑھایا جائے، اور پھر اس طریقہ سے کہ مرنے والے کی پوری تکلیف کا منظر کسی صورت میں لا کر رکھا جائے کہ بجائے صبر کے انتہائی درجہ کا صدمہ ہو۔ اور جب اس مرنے والے کی تصویر بھی قائم کی جائے اس میں شبہ نہیں

ہے کہ قرابت والے حضرات کے علاوہ ہم سب بھی حضرت امام حسینؓ سے گویا قرابت داری ہیں اور ہم اہل سنت والجماعت کو بھی حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر حسرت پر حسرت الم وجانکاہ صدمہ ہے۔ سو اس کو ہلکا کرنے کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ نہ کہ بڑھانے کی شکل اختیار کی جائے۔ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ: خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ بجائے واویلا کرنے کے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں۔ اور تصویری نقل اختیار کرنا کسی طرح بھی روا نہیں کیونکہ اوّل تو شریعت نے اس کو حرام فرمایا، دوسرے اصراف کا وبال کاغذ و بانسوں کا خرچ اور آٹے کا خرچہ الگ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ "إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ" کو فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ تیسرے رزق آٹے کی بے حرمتی، چوتھے پھر اس اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنا، نیز اس کاغذی چیز کے ساتھ وہ برتاؤ دفن وغیرہ کا کرنا جو انسان کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مزید برآں اس کو باعث برکت خیال کرکے چڑھاوے چڑھانا منت ماننا جو کہ شرک ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ہندو کافر لوگ یہ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ ہم میں اور ان مسلمانوں میں فرق ہی کیا ہے۔ ہم پتھر کو پوجتے ہیں یہ کاغذ کو پوجتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو نے ایک عربی کے طالب علم

سے کہا ہی تھا کہ ہمارے اور تمہارے مذہب میں فرق ہی کیا ہے ہم
پتھر کو پوجتے ہیں اور تم مٹی کے ڈھیر قبر کو ہائے افسوس جس مذہب میں
توحید کی نہایت پاک صاف تعلیم تھی اس کو مسلمانوں نے اپنے طرز سے
دوسروں کی نظر میں مخلوط کر دی۔ بہرحال صورت یکساں ہونے کی وجہ
سے ہندو کو موقع اعتراض کا ہوا تب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم" مسلمانوں کو ایسے امور سے جن میں دور کا
بھی اشتباہ اور ذرا بھی شائبہ توحید میں فرق و نقص آنے کا ہو گریز اور
احتیاط لازم ہے۔ تعزیہ داری ہر اعتبار سے قابل ترک ہے اور توبہ فوری واجب
فرض ہے۔

رہا شربت کو لازم قرار دینا یہ بھی درست نہیں اور جس عقیدہ سے
شربت بناتے اور پلاتے ہیں وہ عقیدہ تو بالکل ہی غلط ہے۔
وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاسے شہید ہوئے تھے لہٰذا
شربت پلایا جائے تاکہ وہ عالم برزخ میں پیکر پیاس کو بجھائیں۔ سوچیے کس قدر
خلاف ہے۔ کہ اب تک کیا وہ پیاسے ہی ہیں۔ ارے انہوں نے
شہید ہوتے ہی وہ پانی حوض کوثر کا پیا کہ کبھی پیاس ہی نہ لگے۔ اور
دوسرے یہ کہ اس وقت سے اب تک اس قدر شربت پیتے پلاتے
ہیں کہ کوئی حد ہی نہیں کیا۔ اب تک پیاس ہی نہ بجھی۔ استغفر اللہ۔
ایسی باتیں مسلمان منہ سے نکالتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔
اسی طرح کھچڑا اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ البتہ شریعت سے اتنا

ثابت ہے کہ دسویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نویں کو بھی رکھ لیں تو بہتر ہے یا گیارہویں کو غرضیکہ دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ اور ملالیں بہتر ہے کیونکہ صرف دسویں کا ایک روزہ مکروہ ہے۔ اور دسویں کو اپنے اہل و عیال پر کھلانے میں وسعت کریں اچھا بھی پکائیں اور زائد بھی۔ اور جب زائد پکائیں تو اس میں فقراء مساکین کو صدقہ خیرات بھی کر دیں حضرت امام حسینؓ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اور دوسرے افراد کو ایصال ثواب کے مقصد سے یہ بہت بہتر ہے۔ کھچڑا ممکن ہے اس خیال سے نکالا ہو کہ سب چیزیں ملالیں اور پکائیں وسعت ہوگی تقسیم بھی کر دیں گے مگر اب چونکہ یہ رسم ہوگیا اور بعض لوگ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے قابل ترک ہوا ورنہ کوئی حرج نہیں۔ عزیزم بعض چیزوں کا کرنا اپنی ذات سے ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے لیکن مسلمانوں نے اپنی خراب نیت اور فاسد عقیدہ سے اس کو ممنوع کرالیا جب مولوی صاحبان منع کرتے ہیں تو بجائے خود اپنے کو ملزم سمجھنے کے علماء حضرات پہ الزام دھرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحبان ثواب بخشنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ ارے ثواب ملا ہی کب تھا جو مولوی صاحبان بخشنے سے منع کرتے ہیں۔ ایصال ثواب سے منع کرنا کیا بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہیں البتہ جو طریق غلط ایصال ثواب کا تجویز کر رکھا ہے کہ جس سے ثواب حاصل ہی نہیں ہوتا کہ اس طریق کو منع کرتے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

صفر کا بیان

س: صفر کے مہینہ میں گھونگھنیاں تقسیم کی جاتی ہیں یہ کیا ہے؟
ج: صفر کے مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر عورتیں کہتی ہیں اور اس مہینہ کو اکثر عورتیں مبارک نہیں سمجھتیں اور گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں تاکہ اس مہینہ کی نحوست سے حفاظت رہے۔
یہ سب فساد عقیدہ کی بات ہے توبہ کرنی چاہیئے۔

ربیع الاول کا بیان

س: ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر کیا جاتا ہے جس کو میلاد شریف کہتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے ہماری طرف تو بڑا اہتمام ہوتا ہے مجلس سجائی جاتی ہے اور دور دور سے میلاد شریف پڑھنے والے خوب روپیہ دے دے کر بلائے جاتے ہیں۔ کبھی تو گا گا کر کبھی ٹل ٹل کر پڑھتے ہیں۔ مٹھائی کی تقسیم کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ ولادت شریف کے ذکر کے وقت قیام کیا جاتا ہے جو نہ کھڑا ہو اس کو گستاخ بے ادب کہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ایک معمولی امیر کی سواری آجائے تو کھڑے ہو جائیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اور نہ کھڑے ہوں کس قدر گستاخ ہیں اور جو میلاد شریف نہ کرے اس کو طعنہ

دیتے ہیں ملامت کرتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

ج: میلاد شریف سبحان اللہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام ہے جو کہ مستحسن اور باعث برکت ہے مگر اس کا خیال ضرور رکھا جائے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کوئی ایسی چیز جمع نہ کی جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرضی وخوشی کے خلاف ہو مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے کے لیے اور مجھ پر بہتان باندھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ میری طرف ایسی روایت کو منسوب کرے کہ جس کو میں نے بیان نہیں کیا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے مجمع میں گا گا کر نہ پڑھا جائے کہ عورتوں کا دل مثل شیشے کے ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے یا مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو بات دین کا جز نہیں اسے دین میں داخل نہ کرو۔ حرام کو حرام جانو۔ حلال کو حلال۔ نیز فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب میں تم میں اے صحابہ آیا کروں تو تم میرے لیے کھڑے نہ ہوا کرو۔ سو آپ سوچیں اور سچے دل سے سوچیں۔ بلا کسی کا پاس لحاظ کئے ہوئے سوچیں۔ خالی الذہن ہو کر سوچیں کہ کیا آج کل جو میلاد شریف کا طرز ہے وہ مکروہ باتوں سے پاک ہوتا ہے اور عقیدوں کی درستی کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز پر غور کریں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کوئی جز آج کل میلاد شریف میں پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرضی کے موافق نہیں مثلاً اول پڑھنے والے دیکھئے کہ اکثر میلاد خوان صاحبان کی وضع قطع ڈاڑھی وغیرہ محبوب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی جیسی اور مرضی کے موافق نہیں. کوئی منڈوائے ہوئے ہے کوئی
کتروائے ہوئے ہے اور میلاد ختم کرکے جو سوتے ہیں تو صبح کی نماز قضا
اور اکثر جماعت تو ترک ہوتی ہی ہے۔ اور دوسرا جز پڑھنا سو وہ روایتیں
ہوتی ہیں کہ جو غلط اور بعد اشعار کا مل کر پڑھنا۔ اور خوش الحانی کے ساتھ
جس میں عورتیں سننے والی ہوتی ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی
کے خلاف ہے اور اس قدر زور سے پڑھنا کہ سونے والوں کی نیند خراب
ہوتی ہے حالانکہ خود حضور صلعم جب شب کو تہجد کے لیے بیدار ہوتے
تھے تو ایسے طریقے سے کہ کسی بیوی صاحبہ کی آنکھ نہ کھل جائے کہ تکلیف
ہوگی آپ کو خبر نہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب کو
باہر تشریف لے گئے اور اس طرف گذر ہوا جدھر حضرات شیخین ابوبکر صدیق و
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکانات تھے یہ دونوں حضرات تہجد میں قرآن شریف
پڑھ رہے تھے. حضرت ابوبکر صدیقؓ تو کسی قدر آہستہ آہستہ پڑھ رہے
تھے اور حضرت عمرؓ زور زور سے پڑھ رہے تھے جب صبح کو ہر دو
اصحاب حاضر خدمت مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
حاضر ہوئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر تم رات قرآن شریف
آہستہ آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! اس وجہ
سے تاکہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے. حضرت عمرؓ سے آپ نے فرمایا
اے عمر تم اتنے زور سے کیوں قرآن شریف پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ ! اس وجہ سے تاکہ دوسرے جاگ جائیں اور وہ بھی

تہجد پڑھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر تم تو آواز کسی قدر بڑھا دو اور عمر تم آواز کو کسی قدر ہلکی کر دو۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب سونے والوں کی اس قدر رعایت کی گئی کہ تہجد فرض واجب تو ہے ہی نہیں جو دوسروں کے بیدار کرنے کی تدبیر کی جائے اور حصول جہری آواز سے بیدار ہو نہیں سکتا تو آپ نے دونوں صاحبوں کو اعتدال و میانہ روی کی تعلیم فرمائی کہ ان کے شوق کو بھی باقی رکھا اور سونے والوں کی نیند خراب ہونے اور تکلیف ہونے کا خیال فرمایا۔ تو پھر میلاد خواں صاحبان کو کیا حق ہے کہ ایسی آواز سے پڑھیں کہ اڈوی ٹپوی سے گذر کر سارے محلہ والے بلکہ سارے قصبہ والے چونکنے ہو جائیں جو لوگ مجلس میں حاضر ہو گئے۔ سنانا ان کو ہے بس ان کے موافق آواز کافی ہے تو اتنے زور سے پڑھنا یہ بھی مرضی موافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوا۔

اب رہا قیام کا سوال جو غلبہ وجد و غلبہ بیخودی و حال کے غلبہ سے ہو تب تو معذوری ہے اور اگر غلبہ حال و بیخودی کچھ بھی نہیں تو محض ایک رسم ہے جو کہ لائق اقتدا نہیں اور اگر یہ قیام کسی عقیدے سے ہے مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں تو صرف اس عقیدے سے کھڑا ہونا تو درست نہیں کس نے دیکھا کہ تشریف لاتے ہیں کس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ تشریف لاتے ہیں اور جب نہ

مجلس والوں کا دیکھنا ثابت اور نہ آیت وحدیث سے ثابت تو یہ کذب بیانی کیسی؟ اور حاضر و ناظر ذات بجز ذات باری تعالیٰ کسی کی ذات نہیں یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یہ تو فاسد عقیدہ ہے لائق توبہ ہے۔ اگر کسی زمانے کے کسی بزرگ کی تقلید میں کھڑے ہوگئے کہ وہ کھڑے ہوئے تھے یہ تقلید صحیح نہیں۔ ان بزرگ کو تو مشاہدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار وغیرہ کا کشف کے طور پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرنور کا بطور خرق عادت۔ اور وہ اپنے اس کشف پر کھڑے ہوگئے سو اس وقت اس مجلس میں بلحاظ آداب مجلس کہ ایک کھڑا ہو سب کھڑے ہوجائیں ورنہ صاحب وجد پر تنقیض طاری ہوجائے گا اور اندیشہ ہلاکت کا ہوجاتا ہے اس لیے دوسرے بھی کھڑے ہوگئے سو ان بزرگ کے ایسے حال پر تقلید درست نہیں اور التزام جائز نہیں۔ کسی بات کا اتفاقاً کسی سے ظہور ہونا یہ دوام کو مستلزم نہیں اور اس کو معمول بنا لینا جائز نہیں اور چونکہ ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مطلوب ہے اس لیے میلاد شریف کیا جاتا ہے۔ جو میں سناتا ہوں اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ قیام کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی زیادہ ہے یا قیام نہ کرنے میں۔ سنیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ آپ نے نرمی سے دو تین بار منع فرمایا صحابہ نے کچھ زیادہ اس پر توجہ نہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تب صحابہ کرام کا یہ معمول ہوگیا کہ

جب مجلس شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام کھڑے نہ ہوتے اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ آپ کی مرضی تو یہ اور ہم اس کے خلاف اپنے شوق کی باتیں کریں اور وہ بھی اسے عزیز رسم کے طور پر تو اب قیام کب روا؛ اور قیام نہ کرنے والوں کو بُرا کہنا کب جائز ہو سکتا ہے! اصل چیز شوق پورا کرنا نہیں بلکہ اصل چیز اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب رہا میلاد شریف نہ کرنے والوں پر طعن کرنا سو یہ عجیب بات ہے کیونکہ طعن و ملامت تو گناہ کے کام پر کی جاتی ہے اور میلاد شریف نہ کرنا یا شریک نہ ہونا یہ معصیت نہیں کیونکہ ایک مستحسن عمل ہے کہ اگر بالکل شرع کے موافق ہو اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق ہو تو ثواب ہو گا۔ اور باعث برکت ہو گا۔ مگر چونکہ فرض واجب نہیں کہ جس کے ترک سے معصیت گناہ لازم آئے۔ اس لیے میلاد شریف شرع کے موافق بھی اور کوئی نہ کرے کرائے اور نہ شریک ہو تو بالکل گناہ نہیں پھر ملامت کرنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ میلاد کرتے کراتے ہیں وہ میلاد شریف کو واجب سمجھتے ہیں تب ہی تو اس کے تارک کو ملامت کرتے ہیں "استغفر اللہ" ان کو توبہ کرنا چاہیئے کہ غیر واجب کو واجب سمجھیں اور بھائی شریک نہ ہونے میں گناہ نہ ہونا تو اس وقت ہے کہ جب شرع کے موافق میلاد شریف ہو مگر جب کہ اس مجلس میں کم و بیش اکثر باتیں خلاف شرع بھی ہوتی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا تب تو شریک نہ ہونا ہی ضروری ہے اور مٹھائی تقسیم کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ

بھی ٹھیک نہیں تقسیم کی گی۔ نہ کی۔ مگر مٹھائی تقسیم نہ ہو تو اس کو میلاد شریف اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں سمجھتے استغفر اللہ۔ اور جناب جس کو نہ ملے وہی خفا۔ بس معلوم ہوا کہ شیرنی کے لیے آئے تھے تب ہی تو بیچارے میلاد شریف کرانے والے پر مٹھائی نہ ملنے پر اعتراض بھی ہے اور غصہ بھی ہے اب آپ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ جو مجلس اس قدر مکروہات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ناپسند باتوں کی مجموعہ ہو وہاں شریک ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے اور کیا خیر و برکت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ کی سب باتوں کا جواب ہوگیا ہوگا اور سچے دل سے سوچ کر آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج کل کی ایسی مجلس کا کیا حکم ہے۔ اللہ کرے کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سچے دعویدار ہیں۔ اور وہ سچی محبت حقیقی اتباع میں ہے۔ مرضیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے میں ہے اور نامرضیات سے بچنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے۔

س : اچھا یہ تو سمجھ میں آ گیا مگر یہ تو فرمائیں کہ کوئی شخص صحیح عقائد کے ساتھ موافق شرع کی روایات کے ساتھ بدون قیام و شرینی کے میلاد شریف کرے تب تو اجازت ہے۔

ج : آپ تو ماشاء اللہ سمجھدار ہیں خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ جو کام

فرض واجب نہ ہو اور عام لوگ اس کام کو خاص خاص قیدوں و لوازمات کے ساتھ کرنا ثواب جانتے ہیں تو دوسرا شخص اس کام کو صحیح طریقے سے ہی کو کرے مگر سننے والے یہ نہ جانیں گے کہ کس طرح کیا ہے بس وہ تو یہ سنکر کہ فلاں عالم صاحب کے یہاں بھی یہ عمل ہوا میلاد شریف ہوا بس ان کے لیے یہ حجت ہو جائے گا کہ دیکھئے صاحب فلاں صاحب بھی میلاد شریف کرتے ہیں ہمارے کرنے میں کیا حرج ہے اب کس کس سے کہتے پھریں گے کہ ہیں نے اس طرح کیا ہے اس طرح نہیں کیا کہ جس طرح عموماً عام لوگ ناجائز باتوں کو شامل کرکے اور فاسد عقیدے کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے بھائی میرا میلاد شریف کرنا درست ہے اور آپ کا کرنا ٹھیک نہیں لہٰذا جب تک تمام مسلمان صحیح طریقے اور صحیح عقیدے کے ساتھ ذکر کرنے لگیں اس وقت تک اس کا ترک ہی مصلحت ہے اور یہاں کلمہ شریف کا ورد اور درود شریف کی کثرت یہ بھی میلاد شریف ہی ہے اور میلاد شریف سے کہیں زیادہ ثواب پسندیدہ اور فرمایا ہوا ذات باری تعالیٰ اور سید خوشنودی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جس سے میلاد خوان عموماً محروم ہیں کہ بیچاری نماز کی بھی پوری باجماعت پابندی نہیں کرتے بھلا چلتے پھرتے ہر وقت کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد تو رکھیں گے۔

☆

ربیع الثانی کا بیان

س: اس مہینہ میں گیارہویں شریف بڑے پیر صاحب کی جاتی
ہے یہ کیا ہے۔

ج: گیارہویں شریف کی حقیقت اور اس سے مقصود ایصال
ثواب ہے۔ حضرت بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی روح کو۔ اور ایصال ثواب میں دن تاریخ کی تعین کو کوئی دخل نہیں جب
بھی جی چاہے حلال مال سے جو چاہیں اور جس قدر چاہیں ایصال ثواب
ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ لوگو مردوں کو ایصال ثواب
کرو جو اپنے زندوں کے صدقات خیرات کرنے کے ایسے منتظر
رہتے ہیں جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ لہٰذا تیسرے دن، ساتویں
دن، تیسویں دن، چالیسویں دن کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان ایام میں ثواب
کو زیادہ سمجھنا یہ بدعت اور دین میں نئی بات کا نکالنا ہے پس نقد یا
جنس یا کپڑا یا کھانا چاول وغیرہ پکا کر غریب محتاج، مسکین مسلمان کو
دے دینا اور اس کا ثواب جو اس دینے والے کو ملا ہے وہ مردہ کو
بخش دینا بس ایصال ثواب ہے اسی طرح نفل پڑھ کر قرآن شریف پڑھ
کر کلمہ شریف وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشنا ایصال ثواب ہے لہٰذا نہ دن
کی قید نہ مہینہ کی، نہ کسی خاص قسم کی چیز پکانے کی قید کہ اتنا گھی ہو اتنا
گوشت ہو اتنا بورا ہو اتنا مسالحہ ہو اور نہ خاص خاص لوگوں کو

کھلانے کی قید۔ کہ حقہ پینے والے نہ ہوں تنباکو کھانے والے نہ ہوں، بیاہے نہ ہوں۔ یہ سب باتیں ملاؤں اور ملانیوں کی نکالی ہوئی ہیں کہ دوسروں کو خاص خاص تھوڑے ہیں زیادہ ہوں گی نہ جانے جائیں گے نہ ہر ایک ایسا آدمی ملے گا کہ بلایا جائے گا۔ لہٰذا یہ قیدیں لگا دیں کہ ان کو بلایا جائے اور مزے کا کھانا کھایا جائے۔ بیچارہ غریب چاہتا ہے کہ میں اپنے مردہ کو کچھ بخشوں مگر مجبور ہے نہ اس قدر ایسا پکانے کو اس کے پاس ہے نہ پکا کر بخش سکتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا آدمی نہیں ملتا بس بے چارہ محروم ہے ایصال ثواب سے سوچنے کی بات ہے۔ جس کی اس قدر ضرورت ہو کہ مردہ مثل ڈوبتے کے تنکے کے سہارے کی طرح منتظر ایصال ثواب کا رہتا ہے وہاں یہ قیدیں لگائے کہ فلاں فلاں دن ہو اور ایسا ہو اور ایسے لوگوں کو دیا جائے بھلا کہیں عقل میں آنے والی بات ہے۔ غرض جس قدر جلدی اور جیسا کچھ بھی حلال مال سے ہو سکے بس کسی غریب مسلمان کو دے کر مردہ کو ثواب بخشدیا جایا کرے یہ ہے سیدھا طریقہ اور شرعی طریقہ ایصال ثواب کا باقی سب من گھڑت ہے۔ اسی طرح گیارہویں شریف ہے کہ مقصود ایصال ثواب حضرت بڑے پیر صاحب کو کرنا ہے تو جب ہو سکے ایصال ثواب کیا جائے۔ تاریخ مہینہ کی کوئی قید نہیں۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ ہم فلاں مہینہ میں گیارہویں نہ کریں گے تو نقصان پہنچ جائے گا تو یہ تو شرک کی اور عقیدہ کی خرابی کا اثر ہے۔ الٰہی توبہ توبہ یہ تو بڑے پیر صاحب کو شرت دینا ہے ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہئے۔

رجبؔ کا بیان

س: رجب کے مہینہ میں ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھا جاتا ہے جس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ج: اس مہینہ کو مریم روزہ کا مہینہ عورتیں کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے سے ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ ہاں روزہ کا ثواب جدا ہوتا ہے۔ اگر روزہ رکھنے کو دل چاہے رکھیں مگر ثواب کا تعین کرنا کہ ہزار لاکھ روزوں کے برابر مل گیا یہ مناسب نہیں اور اس مہینہ میں خاص قسم کی روٹیاں ستائیس رجب کو پکتی ہیں ان کو تبارک کی روٹیاں کہتے ہیں تبارک الذی کی سورت پڑھی جاتی ہے یہ بھی اپنی طرف سے نکالی ہوئی بات ہے۔

س: اس مہینہ میں کونڈوں کا بھی دستور ہے یہ کیا چیز ہیں۔

ج: اصل اس کی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق کی ولادت کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام جعفر کی ولادت رجب میں نہیں ہوئی بلکہ ربیع الاول کی ستائیس تاریخ کو ہوئی، تو اس کے بانی شیعہ ہیں۔

س: رجب کے مہینہ میں لوگ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بیان معراج شریف کرتے ہیں اس کا نام رجبی رکھا ہے یہ کیا ہے؟

ج: میلاد شریف کے ذکر سے آپ کو تمام ایجادات کی حقیقت

معلوم ہو گئی ہوگی۔ ارے میاں کسی کام کے لیے دن تاریخ مہینہ مقرر کر لینا
سہولت کے لیے مباح ہے مگر اس کو لازم قرار دے لینا اور بدون ان ایام
کے ثواب یا اتنا ثواب نہ سمجھنا یہ شریعت میں زیادتی کرنا ہے جو کہ غیر دین
کو دین سمجھنے کا مصداق ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت
کا ذکر اور معراج کا بیان بہتر ہے مگر اس کو ماہ رجب کے ساتھ مخصوص کرنا۔
یہ سب خلاف شریعت ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ہنود
صاحبان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ وہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور
نعت اور اوصاف وعادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔
بھلا ان حضرات محرکین رجبی سے کوئی پوچھے کہ ان کو دعوت دینے سے
کیا فائدہ۔ اگر کہیں کہ تبلیغ سو یہ صحیح نہیں۔ بھلا اب تک اس طرح کتنے مسلمان
ہوئے بلکہ اس سے تو اور مسلمانوں کو دھوکہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے کہ
مسلمان بھائی سمجھیں گے کہ ان کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
بہت محبت و تعلق ہے کہ ایسی ایسی نعت جو محبت سے اس شخص
نے کہی یہ بھی محب رسول ہے تو اس طرح اس سے مسلمان کا دل ملنے لگے گا
اور اس کے کفر سے نفرت نہ رہے گی اور وہ بھی سمجھے گا کہ اپنے مذہب
میں رہ کر بھی جب کہ میرا رنگ ایسا ہے اور مسلمان اس کو اچھی نظر سے
دیکھتے ہیں تو پوری سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی کیا ضرورت تو بجائے
مذہب اسلام سے قریب ہونے کے اور بعید ہو گا۔ نیز کافر سے ایسے
میل جول، اختلاط و محبت سے دین میں ضعف آتا ہے۔ قدر دین کی

گشتی ہے۔ ان کی عزت قائم ہوتی ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے زہر قاتل ہے۔
اللھم احفظنا۔ اس لیے بچند وجوہ موجودہ صورت زچگی کی درست نہیں۔

شعبان کا بیان

س: شب برات کیا چیز ہے؟
ج: برات کے معنی بری ہونے کے ہیں چونکہ اس رات میں
گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ اس لیے رات کو شب برأت
کہتے ہیں۔
س: شب برات کون سی رات ہے؟
ج: شعبان کی پندرہویں رات ہے جو چودہویں دن کے بعد
سے شروع ہوتی ہے۔
س: اس شب کو کیا ہوتا ہے؟
ج: اس رات بندوں کے نامۂ اعمال داخل دفتر ہوتے ہیں
اور ملک الموت کو ایک کاغذ مل جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جس جس
کا نام اس کے اندر درج ہے اس سال نکال لینا اور جس جس کے لیے
رزق ملنے والا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے نکاح کا ہونا بھی لکھ دیا جاتا
ہے غرضیکہ جس کے لیے جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب لکھ دیا
جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شب میں ایک خاص توجہ فرماتے ہیں

اور اس قدر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں جس قدر بنی کلب کی بکریوں کے بال اور روزی مانگنے والے کو روزی دیتا ہے۔ مصیبت والا مصیبت دور ہونے کی دُعا کرے تو مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

س : کیا اس رات سب کی دُعا قبول ہوتی ہے؟

ج : کافر مشرک کینہ رکھنے والا۔ شطرنج چوسر کھیلنے والا۔ ظالم۔ سود لینے والا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ جادوگر۔ پائجامہ و تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا ان لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

س : شب برات میں کیا کرنا چاہیے؟

ج : حدیث شریف میں صرف تین باتیں کرنا سنت لکھی ہیں۔ قبرستان جا کر مردوں کے لیے فاتحہ پڑھ کر مغفرت کی دُعا کرنا عبادت کرنا۔ توبہ استغفار کرنا۔ خوب دُعائیں مانگنا۔ پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا ان کاموں کے علاوہ اور کچھ سنت نہیں۔

س : آپ نے کہا ہے اور سنت نہیں ہے ہم تو دیکھتے آرہے ہیں کہ ہمارے گھروں میں حلوا پکاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روز شہید ہوئے تھے تو حضور نے حلوہ پکا کر فاتحہ دلائی تھی تو اس لیے حلوے پکا کر ان کی فاتحہ لگا دی جاتی ہیں اور نیز اس لیے بھی کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوا کھایا تھا۔

ج : توبہ توبہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ تو امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی شہادت شعبان میں ہوئی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوا پکا کر
فاتحہ دلوائی نہ خود حلوا کھایا بلکہ یہ دونوں باتیں تو ماہ شوال میں جنگ احد
لڑائی میں ہوئی تھیں آپ ذرا خود سوچیں اور ذرا عقل سے کام لیں
معلوم ہو جائے گا۔ کہ بات کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے غور فرمائیے
مردوں کو کچھ بخشنا فرض یا واجب نہیں۔ مستحب ہے اور مستحب کے
پر ملامت کرنا کون سا گناہ ہے تو کیا ارواح مرنے کے بعد بھی
کرتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں توبہ توبہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ اور یہ
طرح کی فاتحہ ہے کہ خود کھائیں اور آپس میں ادلے بدلے میں
رشتہ داروں میں بھیجدیں۔ بیچارے غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہ
پوچھے حالانکہ ایسے کھانے کے مستحق تو غریب ہیں نہ کہ خود ہی بانٹ
لیں یہ سب من گھڑت ہیں۔ حدیث شریف قرآن شریف سے
کا ثبوت نہیں۔ ہاں جو کچھ جس سے ہو سکے پکا کر غریبوں کو کھلا کر
مردوں کو ثواب بخشے تو کچھ حرج نہیں۔ حلوے کی کوئی خصوصیت
چاہے دال ہو خواہ چاول ہوں۔ حلوے کا خاص کرنا کیسے معلوم ہوا
سب عقیدے خراب ہیں۔

س : ہماری بڑھیاں کہتی ہیں کہ مردوں کی ارواح اس رات
میں اگر ان کو حلوا پکا کر نہ دیں تو روتی ہیں اور ہماری جھک
جاتی ہیں۔

ج : تو یہ ابھی کیسے معلوم ہوا کہ روح آتی ہیں یا تو ان کو کسی نے دیکھا ہو یا قرآن و حدیث سے معلوم ہوا ہو تو دیکھا تو کسی نے ہے نہیں۔ رہا قرآن شریف سے ثبوت تو قرآن شریف سے ارواح کا نہ آنا ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ: سو دنیا و آخرت کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ پردہ روحوں کو اس طرف نہیں آنے دیتا تو اس عقیدہ سے حلوا پکانا تو بدعت ہے اور دین میں ایک نئی بات کا نکالنا ہوا۔ اور نئی بات کا نکالنا گمراہی ہے اور گمراہ دوزخ میں جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:-

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّار

س : آتش بازی چھڑانا کیا یہ بھی سنت نہیں ؟

ج : بھائی صاحب آپ تو ایسی باتیں پوچھتے ہیں جن کا سر نہ پیر بھلا آتش بازی بھی کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ کہ جس سے مال کا نقصان علیحدہ جانیں جائیں وہ علیحدہ ہر سال اخباروں میں خبریں آتی ہیں کہ اس آتشبازی میں بہتیرے گھر جل گئے اور بہت سی جانیں ہلاک ہو گئیں اور تقریباً لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا آتشبازی میں خرچ ہو جاتا ہے۔ افسوس بھلا جس کے کرنے میں اتنے نقصانات ہوں وہ کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ قرآن میں ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ: فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

س : ہمارے مسلمان بھائی صاحبان اور بڑی بوڑھیاں خواہ مخواہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم تنگدست ہیں پیسہ پاس نہیں کیوں انہوں نے تنگی اپنے ہاتھوں مول لی کہ ایسے فضول کام نکال کھڑے کئے کہ جن میں اس قدر پیسہ برباد ہوتا ہو اور ہم کو بھی بچپن سے ایسی باتیں کرنے دیتے ہیں کہ ہم کو بھی ویسی عادت پڑ جاتی ہے پھر چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے؟

ج : بھائی صاحب یہ ایک بات آپ نے عقل کی کہی شاباش اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی سمجھ عطا فرمائیں تاکہ بدعتوں اور فضول خرچوں کو چھوڑیں ان فضول خرچیوں سے جو تنگی آتی ہے اس سے نجات ہو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو دین کی تعلیم دو اور بچوں کے ماں باپ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کراتے ہیں دیکھو تو سہی کہ ماں باپ خود آتشبازی اور پھلجڑیاں پردیس سے لا کر دیتے ہیں بچپن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف چال چلواتے ہیں بچہ تو بچہ ہے وہ تو گنہگار ہو گا مگر ان کے ماں باپ نے گناہ کرایا ہے وہ گنہگار ہوں گے۔

س : اچھا یہ تو بتائیے کہ یہ آتشبازی کا سلسلہ نکلا کب اور کیسے نکلا؟

ج : سنئے ایک قوم تھی برامکہ جو آگ پوجتی تھی جب وہ مسلمان ہوئی تو آگ پوجنا تو چھوڑ دیا مگر ماہ شعبان میں اس رات کو مسجدوں میں چراغ زیادہ روشن کر دیا کرتے تاکہ اس کے سامنے سجدہ ہو سکے پھر آٹھویں صدی ہجری میں اس بدعات اور منکرات کو علماء نے مٹایا اور معروف تمام

کے شہروں سے بالکل قلع قمع کر دیا گیا جب چراغوں کا جلانا مسجدوں سے
بند ہو گیا تو یہ آتش بازی جس کے اندر آگ کا کام ہوتا ہے روشنی نکلتی ہے
پھلجھڑیاں وغیرہ چھوڑی باقی ہیں ان سے خوب روشنی ہوتی ہے یہ کرنے
لگے اس طرح آتش بازی کا آغاز ہوا۔

س : اچھا اس ماہ میں وہ کیا کام کرنا چاہیے جس سے اللہ اور
رسول راضی ہوں اور ہم بھی نقصان سے بچیں؟

ج : رات کو عبادت و توبہ استغفار خوب گڑ گڑا کر دعائیں مانگنا
اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔ قبرستان جا کر مردوں پر فاتحہ پڑھ
کر بخشنا بس یہ کام صرف سنت ہے۔ باقی سب فضول ہیں۔ جو کام
سنت ہیں ان کو تو کوئی نہیں کرتا کیونکہ اس کے اندر تو نفس پر مشقت
ہے بھلا کون نیند خراب کرے کون قبرستان جائے اور کون روزہ رکھ کر
بھوک کی تکلیف سہارے۔ ہاں حلوا پکا کر خوب مزے میں کھا لیا
اس واسطے کہ اس کے اندر تمام مزے ہی مزے ہیں نہ کچھ محنت نہ
مشقت غرضیکہ مسلمان ہو کر نفس کا بندہ ہوا کہ نفس کو جس میں مزا آیا وہ
کیا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ تو جب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہ کرے چاہے
جیسی مشقت ہو۔

س : کچھ ماہ شعبان اور روزہ کی فضیلت بیان کیجئے؟

ج : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح ماہ شعبان
کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر

اس طرح ماہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسی میری فضیلت
تمام امت پر۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص شعبان کا ایک روزہ رکھے گا
پندرہویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیں گے
اور حضرت ایوب اور حضرت داؤد علیہ السلام جیسا ثواب عنایت فرمائیں
گے یہ وہ بابرکت اور مبارک مہینہ ہے کہ جس کی پندرہویں تاریخ کو حتیٰ چرند
پرند درند اور مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں۔ اے عزیز ایسی فضیلت والی
چیز کہ حیوانات نے بھی اس سے محروم رہنا گوارا نہ کریں تو تو انسان ہے
کیوں نہ ان سے فضیلت حاصل کرنے میں سبقت لے جائے۔ اس دن
روزہ خلوص کے ساتھ رکھا جائے اور اس قدر ثواب کو حاصل کیا جائے
گو مستحب ہے فرض نہ سہی۔

رمضان شریف کا بیان

س: اس مہینہ میں تو بظاہر ایسی کوئی بات رسم و بدعت کی
معلوم نہیں ہوتی حافظ صاحبان قرآن شریف سناتے ہیں کہیں کہیں
شبینہ ہوتا ہے ختم کے دن مٹھائی تقسیم ہو جاتی ہے البتہ یہ بات کچھ اچھی نہیں
معلوم ہوتی کہ بعض حافظ صاحبان روپیہ لے کر سناتے ہیں اور بعض جگہ
روشنی بے حد کرتے ہیں آپ فرمائیے یہ باتیں کیسی ہیں؟
ج: عزیز من کسی کام میں ثواب کا ہونا نہ ہونا یہ عقلی چیز نہیں

کر اپنی عقل سے جو چاہے سمجھ لیا جائے اور اپنی ہی عقل سے فیصلہ کر دیا جائے
یہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سیدھے یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مباح اور مستحب
کام میں کوئی خرابی شامل ہو جائے گی۔ اس کا ترک لازم ہو گا۔
کہ آپ کا یہ فرمانا کہ اس مادہ میں کوئی رسم و بدعات کی بات نہیں
معلوم ہوتی یہ صحیح نہیں کیونکہ بعد کو رسم و بدعت جاننے کے لیے لوگوں کے
خیالات اور حالات سے واقف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی پہچاننا
ہے کہ اس کام سے کوئی مفسدہ تو نہیں ہوگا۔ اس کے سمجھ لینے کے بعد غور
کیجئے کہ قرآن شریف تراویح میں پڑھنا سنت ہے مگر ان عورتوں کو ان کے
گھر جا کر حافظ صاحب کا تراویح میں ان کو سنانا درست نہیں اول اس
لیے کہ مستورات کی حالت بے احتیاطی کی زیادہ ہوتی ہے نہ پردہ کا کافی
اہتمام کرتی ہیں اور نہ یہ کہ خاموش رہتی ہیں بعض تو زور زور سے باتیں کرنا
شروع کر دیتی ہیں جس سے ان کی آواز نامحرم کے کان میں پڑتی رہتی
ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ایسی جگہ آواز با بار پڑھتا ہے اور اس میں
مضرت ہے کیونکہ طبیعت کا اندرونی طور سے مائل ہونے کا اندیشہ ہے
تیسرے یہ کہ دوسرے محلوں کی مستورات کا آنا شروع ہو جاتا ہے جو کہ
بلا مجبوری کے باہر نکلنا عورت کے لیے ٹھیک نہیں اور پھر یہ فکر روز
روز کا ہے تو عورتوں کو بلا خاص اہتمام کے اور اپنے محرم کے بغیر تراویح میں
شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ علاوہ اس کے حافظ صاحبان اکثر
کچھ بیچ میں بغیر سناتے ہیں یا جہاں کہیں رواج دینے کا ہوتا ہے سو

کچھ ملنے کی توقع پر سنانا یا ٹھہرا کر سنانا جائز نہیں اس سے تو یہ بہتر ہے کہ مسجد سے تراویح پڑھ لی جائیں۔

س: جب کچھ لیکر سننا سنانا جائز نہیں تو امام تنخواہ لیکر امامت کرتے ہیں کیا وہ بھی جائز نہ ہوگا۔

ج: عزیزمن اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے امامت میں تو اپنے آپ کو دن رات کے مختلف حصوں میں لگا دیا ہے کہ خاص پابندی و مداری کے ساتھ وقتوں کے صرف کرنے میں محبوس کر دیا۔ یہ تنخواہ نماز پڑھانے کی نہیں ہے بلکہ اپنے کو محبوس کر دینے کی ہے جیسا کہ مدرس اور قاضی کی تنخواہ بیوی کا نفقہ کہ مدرس وقاضی اور بیوی نے اپنے آپ کو خدمت خاص خانہ داری اور تعلیم دینے کے لیے اور فیصلوں کے لیے محبوس کر دیا ہے اس کے ساتھ دوسرے کام معاشی نہیں ہو سکتے بخلاف تراویح میں قرآن شریف سنانے کے کہ کوئی معاش کا وقت نہیں۔ اوقات مختلفہ اور زیادہ مدت کے لیے مشغول کر دینا نہیں۔ لہذا کی طرح قرآن شریف سنانا مالی توقع میں درست نہیں۔

س: شبینہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: شبینہ جس طرح آج کل ہوتا ہے کون نہیں جانتا کہ کس قدر مفاسد کا اجتماع ہوتا ہے۔ حفاظ صاحبان جلد جلد پڑھتے ہیں سنانے جانے میں سستی کرتے ہیں کہ اس طرح دیر ہوگی۔ حافظ لقمہ لیتے نہیں کرتا ہی کرتے ہیں کہ میری توہین ہوگی۔

سننے والے بیٹھے رہتے ہیں بعض دفعہ بلا شرکت لقمہ دے دیا جاتا ہے امام لے لے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ سننے والا کوئی لیٹا ہے کوئی باتیں کرتا ہے کس قدر اعراض اور بے ادبی ہے منتظمین چائے پینے کے اہتمام میں لگے رہتے ہیں۔ روشنی کے اہتمام میں مشغول رہتا ہے اتنی خرابیوں کے ساتھ شبینہ کیا۔ البتہ یہ کچھ نہ ہو اور سننے والے خوشی ہوں تو جائز ہے۔

س: ختم کے دن شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ج: شیرینی کا تقسیم کرنا فی نفسہ بطور سرور خوشی کے مباح ہے مگر افسوس اس کا ہے کہ لوگوں نے اپنے طرز سے علماء کو مجبور کیا کہ اس سے بھی منع کر دیں کیونکہ اس میں بڑے مفاسد ہیں۔ اول یہ کہ اس کے لیے چندہ ہوتا ہے کوئی خوشی سے دیتا ہے کوئی زبردستی دوسرے یہ کہ مٹھائی کی وجہ سے نمازی بے نمازی اور بچے تنگ آتے ہیں کس قدر ناانصافی کہ جو شبینہ کے سننے والے ان کا حصہ کٹ کٹ کر بچوں اور تراویح میں نہ آنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ پہلے چار چار لڈو وغیرہ کچھ آدمیوں میں بٹ گئے اور اب دو دو حصہ میں آئیں گے۔ تیسرے یہ کہ بچوں سے مسجد خراب ہوتی ہے۔ چوتھے بری طرح مسجد میں شور ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ لوگ جھگڑتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ مسجد میں جھوٹ بول کر دوبارہ سہ بارہ حصہ لیتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ تقسیم میں کمی ہو جائے کہ بعض کو ملے بعض کو نہ ملے تو طعنہ دیتے ہیں اور مقصود منتظمین کا دکھاوا اور تفاخر ہوتا ہے بھلا جب اس قدر خرابیاں ہوں تو کیا جائز ہوگا۔ آٹھویں یہ کہ جہاں دوسری

جگہ ختم قرآن پاک پر شرینی تقسیم نہیں کرتے ان پر لوگ طعن کرتے ہیں۔

س: اگر کوئی شخص ذاتی روپیہ سے بلا چندہ ختم قرآن پاک پر شرینی تقسیم کر دیوے تو جائز ہوگا۔؟

ج: اول یہ بات ہے کہ دوسرے مفاسد کا انسداد نہ ہوگا، دوسرے یہ کہ جس کے فعل سے دوسرے لوگ حجت پکڑیں کہ یہ کام فلاں صاحب نے بھی تو کیا ہے اور جو لوگ پوری رعایت شرع کی کرتے نہیں تو ایسے شخص کو بھی اس فعل مباح اور مستحب کی اجازت نہ دے جائے گی کہ اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کا دینی نقصان ہے اور دنیوی بھی۔

س: چودہویں روزہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کو فضل روزہ کہتے ہیں اسکا کیا ثبوت ہے؟

ج: یہ بے سند بات ہے رمضان شریف کے سب روزے برابر ہیں کسی کو کسی روزہ پر فضیلت نہیں۔

س: بچوں کو روزہ رکھوانا کیسا ہے۔؟

ج: بالغ ہونے سے قبل جب تک یہ یقین نہ ہو کہ روزہ سے اس کو بے چینی نہ ہوگی۔ اس وقت تک روزہ رکھوانا درست نہیں ہے ہاں سات برس کے بچے کو نماز پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں سات برس کا بچہ ہو تو کہہ کر نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا بچہ ہو تو مار کر پڑھواؤ۔ عجیب بات ہے کہ جس کا حکم اور اہتمام کرنے کو شرع نے بتایا کہ اس کا خیال نہیں اور اپنی من مانی بات اور شوق کے پورا کرنے

کا یہ التزام کر چا ہے اس میں گناہ ہو جائے مگر ذرا سے بچے کو روزہ ضرور رکھوائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہئے۔

شوال کا بیان

س : کیا ماہ شوال میں بھی کوئی رسم و بدعت کی بات ہے؟

ج : اس میں کوئی بات نہیں صرف ایک بات ہے کہ عید کی صبح کو عورتیں خاص کر کہا کرتی ہیں۔ چھوارہ دے کر کہ روزہ کھول تو یہ کہنا ٹھیک بات نہیں کیونکہ روزہ تو مغرب کے وقت کھول چکا عید کا چاند دیکھ کر روزہ حرام ہو گیا تو رات کو روزہ کہیں بھی نہیں پھر عید کی صبح کو یہ کہنا کہ روزہ کھول تو یہ بری بات ہے اور گناہ ہے توبہ چاہیئے۔

ذلیقعد کا بیان

س : ذلیقعدہ کے مہینہ میں کیا بات ہے؟

ج : عورتیں اس مہینہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو اچھا نہیں جانتیں۔ استغفر اللہ کس قدر عقیدہ کی خرابی ہے توبہ کرنا چاہیئے۔ اور ضرور شادی کرنی چاہیئے۔

ذی الحجہ کا بیان

س: اس مہینہ میں کیا نئی بات کی جاتی ہے؟

ج: اس میں کوئی نئی بات نہیں کی جاتی البتہ بعض لوگ ایک مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر قربانی کے دنوں میں جانور خرید کر قربانی نہ کی تو کیا ہرج ہے۔ پیسے خیرات کر دیئے جائیں۔ سو یہ جائز نہیں۔ بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا فرض ہے۔ البتہ قربانی کے دن نکل گئے اور کوئی حصہ نہ ملا تو اب پیسے خیرات کر دیئے جائیں اور اگر جانور خرید کیا جا چکا ہے مگر قربانی کرنا بھول گیا تو بعینہ اس جانور کو خیرات کر دیا جائے قربانی نہ کریں کیونکہ قربانی کرنا صرف دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ کے ساتھ مخصوص ہے۔

چند مفید اور مسنون دعائیں

قرآن کریم اور حدیث شریف میں مختلف عنوانات سے دعا کی ترغیب دلائی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الدعاء مخ العبادہ، دعا عبادت کا مغز ہے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا سے موجود اور آئندہ دونوں قسم کی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ آپ نے ہر کام کے کرنے اور مختلف اوقات میں پڑھنے کے لیے خاص خاص دعائیں تلقین فرمائی ہیں احادیث میں ایسی دعاؤں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ ہم ان میں سے چند مختصر دعائیں نقل کرتے ہیں تفصیل کے لیے مناجات مقبول کا مطالعہ فرمادیں۔

دُعائیں

از، مناجاۃِ مقبول

۱ ۔ صبح و شام کی دُعائیں

سم اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ
ئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ
وَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ
جس کے نام کے ساتھ نہیں نقصان پہنچا سکتی کوئی
چیز زمین میں اور نہ آسمان میں، اور وہ سنتا
جانتا ہے۔

(اس کو تین مرتبہ پڑھے)

۲ ۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ
شَرِّ مَا خَلَقَ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا
مْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ
وْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ لَآ اِلٰہَ
اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ
ی وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی تمام
مخلوقات کی برائی سے، یا اللہ! آپ ہی کی قدرت سے
صبح کی ہم نے، اور آپ ہی کی قدرت سے شام کی
اور آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں ہم اور آپ
ہی کی طرف اٹھنا بھی ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے
اللہ کے۔ ایک ہے وہ، نہیں ہے کوئی شریک اس کا
اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، وہی

يموت وهو على كل شيء
ديرٌ رضينا بالله ربا و
سلام دينا وبمحمد
لى الله عليه وآله وسلم
يا اصبحنا على فطرة الاسلام
لمة الاخلاص وعلى
نبينا محمد صلى الله
يه وآله وسلم وعلى
أبينا ابراهيم حنيفا وما
ان من المشركين اللهم انت
لا اله الا انت خلقتني
ا عبدك وانا على عهدك
عدك ما استطعت اعوذ بك
ر ما صنعت ابوء لك
متك على وابوء بذنبي
فر لي فانه لا يغفر
وب الا انت حسبي الله
الا هو عليه توكلت
رب العرش العظيم

زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ
زندہ ہے، وہ نہیں مرتا، اور وہ سب چیزوں
پر قادر ہے، راضی ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے
باعتبار رب ہونے کے، اور اسلام سے
باعتبار دین ہونے کے، اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم سے باعتبار نبی ہونے کے، صبح کی ہم
نے دین اسلام اور کلمہ اخلاص پر، اور
اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر
اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے طریقہ پر جو خاص مطیع تھے اور نہ تھے
مشرکین میں سے، یا اللہ! تو ہی ہے
رب میرا، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے پیدا کیا
تو نے مجھے، اور میں بندہ تیرا ہوں اور میں تیرے عہد
اور تیرے وعدے پر ہوں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں
پناہ پکڑتا ہوں تیری اپنے اعمال کی برائی سے،
اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں
اپنے گناہ کا پس بخش دے مجھے کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں
کو تیرے سوا کوئی، کافی ہے مجھ کو اللہ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے اسی پر
بھروسہ کیا میں نے اور وہ رب ہے عرش عظیم کا

ث: حَسْبِیَ اللہ سے عظیم تک اس دعا کو سات مرتبہ پڑھے۔

اداے قرض کے لیے دعا

ھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ
ھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ
نَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَ
وْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
عُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ
ھْرِ الرِّجَالِ ؕ

یا اللہ! میں پناہ پکڑتا ہوں تیری، فکر سے اور
غم سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیری کاہلی اور سستی
سے، اور پناہ پکڑتا ہوں تیری بزدلی سے اور
بخل سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیری قرض کے گھیر
لینے سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔

گھر میں آنے کی دعا

ھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ
خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ
نَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا
ی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ؕ

یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اندر
جانے کی، اور بھلائی باہر نکلنے کی، خدا تعالیٰ کے
نام کے ساتھ اندر جاتے ہیں، اور خدا تعالیٰ
کے نام کے ساتھ باہر نکلتے ہیں ہم، اور اپنے رب
بھروسہ کیا ہم نے۔

سوتے وقت کی دعا

كَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ

آپ ہی کے نام کے ساتھ اے میرے رب رکھا میں نے

فَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۔

اپنے پہلو کو، اور آپ ہی کے سہارے اٹھاؤں گا اسے اگر روک لیں آپ میری جان کو تو بخش دینا اسے اور اگر چھوڑ دیں آپ اسے تو حفاظت کرنا اس کی اس طرح کہ حفاظت کرتے ہیں آپ اپنے نیک بندوں کی، یا اللہ بچانا مجھے اپنے عذاب سے جس دن کہ اٹھائیں آپ اپنے بندوں کو۔

دُعا وقتِ بدخوابی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَشَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْيَا ۔

پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ کی شیطان سے اور اس خواب کی برائی سے۔

(اس دعا کو تین مرتبہ پڑھے) اور بائیں طرف تین بار دھتکار دے اور کروٹ بدل لے اور کسی سے وہ خواب بیان نہ کرے۔

خوف وحشت اور بے خوابی کی دُعاء

۱۰ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۔

پناہ پکڑتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی پوری باتوں کی اس کے غصہ اور اس کے عذاب سے اور اس کی مخلوق کی برائی سے اور شیطانوں کی چھیڑ سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

سوکر اٹھنے کی دعاء

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

گھر سے نکلنے کی دعاء

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ

خدا کے نام کے ساتھ خدا پر بھروسہ کیا میں نے۔

دعاء بعد ہر نماز

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّیَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ

اللہ کے نام کے ساتھ وہ اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے بخشش والا مہربان ہے۔ اے اللہ دور کر دیجئے مجھ سے فکر اور غم

(اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے سر کو چھوتے ہوئے یہ دعاء پڑھے)

دعاء بعد نماز فجر و مغرب

۱۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ۔ نہیں کوئی شریک اس کا، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ پناہ دیجئے

مِنَ النَّارِ ﴿ مجھے دوزخ سے ، (اللّٰھم اجرنی من النار کو سات دفعہ پڑھے)

دُعا بعد افطار

ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿ جاتی رہی پیاس ، اور تر ہوگئیں رگیں ، اور ثابت ہوگیا ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ)

کھانا کھانے سے پہلے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَكَةِ اللّٰهِ خدا کے نام سے اور اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ

کھانا کھانے کی بعد کی دُعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا ، اور کیا ہمیں مسلمانوں میں سے ۔

دُعائے استخارہ

جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ دو رکعت نماز نفل ادا کرے پھر یہ دُعا پڑھے ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ یا اللہ ! میں خیر چاہتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کے علم کے ، اور قدرت

وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ ؎

طلب کرتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کی قدرت کے ، اور مانگتا ہوں میں آپ سے آپ کے بڑے فضل میں سے ، کیوں کہ آپ قادر ہیں ، اور میں قادر نہیں ہوں اور آپ عالم ہیں اور میں عالم نہیں اور آپ علام الغیوب ہیں۔ یا اللہ ! اگر یہ آپ کے علم میں کہ یہ کام بہتر ہے میرے لیے میرے دین میں اور میری معاش میں ، اور میرے انجام کار میں تو تجویز کر دیجئے ، اور آسان کر دیجئے میرے لیے پھر برکت دیجئے میرے لیے اس میں اور اگر آپ کے علم میں یہ کام برا ہے میرے لیے میرے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو ہٹا دیجئے اس کو مجھ سے اور ہٹا دیجئے مجھ کو اس سے اور مقدر کر دیجئے میرے لیے بھلائی جہاں بھی ہو پھر راضی رکھیے مجھ کو اس پر ؎

دولھا دولہن کو مبارک باد کی دُعاء

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ ؎

برکت دے اللہ تجھ کو ، اور برکت نازل کرے تجھ پر اور ملاپ رکھے تم دونوں میں ساتھ خیر کے ۔

خلوت شب اوّل کی دُعا۔

جس وقت عورت کے ساتھ اول بار خلوت کرے یا کوئی چیز خریدے یا جانور خریدے تو چاہئے کہ اس کو پکڑ کر یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ۔

یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس کی اور بھلائی اس کی جبلی عادتوں کی اور پناہ چاہتا ہوں میں آپ کی اس کی برائی سے اور اس کی جبلی عادتوں کی برائی سے۔

دُعا وقت جماع

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

خدا کے نام کے ساتھ یا اللہ دور رکھیے ہم کو شیطان سے اور دور رکھیے شیطان کو اس بچے سے جو نصیب کریں آپ ہم کو۔

دُعا وقت انزال

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا۔

یا اللہ! نہ کریں شیطان کے لیے اس بچے میں جو نصیب کریں آپ ہمیں کوئی حصہ۔

کسی کو رخصت کرنے کی دُعا۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ۔

اللہ کے سپرد کرتا ہوں میں تیرے دین کو اور تیرے قابل حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجام کو

جب کسی سفر کا ارادہ کرے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِيْرُ ۝

اے اللہ! آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے پھرتا ہوں، اور آپ ہی کی مدد سے چلتا ہوں

سوار ہونے کی دُعاء

بِسْمِ اللّٰهِ

بسم اللہ کہے

سوار ہونے کے بعد کی دُعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

شکر ہے اللہ کا، پاک ہے وہ جس نے ہمارے قبضہ میں کر دیا اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں ۝

سفر شروع کرنے کے بعد کی دُعاء

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ

اے اللہ! آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو، اور سمیٹ دیجئے ہم پر دوری اس کی، اے اللہ! آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور خبرگیراں ہیں گھر بار میں، یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ ؕ

آپ کی سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے ، اور واپس آکر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں ۔

دُعا جب سفر سے واپس آئے

سفر سے واپسی کے وقت بھی اوپر والی دعا پڑھے ، اور اس میں یہ کلمات بھی پڑھ لے ۔

۱۳ آٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ؕ

ہم سفر سے آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں ۔

دریا کے سفر کی دُعا

۱۴ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ

اللہ تعالیٰ کے نام سے چلنا اس کا ، اور ٹھہرنا اس کا بیشک رب میرا غفور رحیم ہے اور نہیں سمجھے لوگ اللہ کو حق سمجھنے کا اور زمین ساری ایک مٹھی اس کی ہے قیامت کے دن ، اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں ، پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے کہ شریک پکڑتے ہیں ۔

شہر میں داخل ہونے کی دُعاء

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا (تین بار پڑھے) اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا ؕ

یا اللہ! برکت دیجئے ہمیں اس شہر میں۔ یا اللہ! نصیب کیجئے ہمیں ثمرات اس کے، اور عزیز کر دیجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے ہمیں اہل شہر کے نیک لوگوں کی۔

منزل پر اُترنے کی دُعاء

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ؕ

پناہ میں آتا ہوں خدا تعالیٰ کی کامل باتوں کی تمام مخلوق کی برائی سے۔

دُعاء وقت مصیبت

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ

کافی ہے ہم کو اللہ اور اچھا کارساز ہے اللہ پر توکل کیا ہم نے۔

اگر کوئی صدمہ پہنچے تو کہے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيْبَتِيْ فَاْجُرْنِيْ فِيْهَا وَاَبْدِلْنِيْ

بیشک ہم اللہ کے ہیں، اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! آپ کے پاس سے ثواب مانگتا ہوں میں اپنی مصیبت کا، پس اجر دیجئے

مِنْهَا خَيْرًا ۔ کسی میں، اور بدلہ میں دیجئے مجھے بہتر اس سے۔

جب کسی ظالم کا خوف ہو

۲۰۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔ یا اللہ کافی ہو جائیے ہم کو اس کے مقابلے میں جس طرح آپ چاہیں، اے اللہ میں کرتا ہوں آپ کو مقابل میں ان کے، اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی ان کی برائی سے۔

دعا دافع بھوت

۲۱۔ نَادٰی بِالْاَذَانِ (جب بھوت پریت نظر آئیں تو اذان دے)

مشکلات کو آسان کرنے کی دعاء

۲۲۔ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ ۔ اے اللہ نہیں ہے سہل مگر وہ کہ آپ نے اس کو سہل کر دیا، اور آپ کر دیتے ہیں دشوار کو سہل جب آپ چاہیں۔

دعائے حاجت

جس کو کچھ حاجت ہو وہ وضو کر کے نماز پڑھے، اور یہ دعا کرے۔

۲۳۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ اے اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے اور متوجہ ہوتا ہوں آپ کی طرف بذریعہ آپ کے نبی (محمد)

الرَّحْمَةِ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ۝ — کے جو رحمت کے نبی ہیں۔ اپنی اس حاجت میں تاکہ پوری ہو جائے الٰہی قبول کیجئے شفاعت ان کی میرے حق میں ۝

دُعاءِ توبہ

جب کوئی گناہ ہو جائے اور توبہ کا ارادہ کرے تو یہ دُعاء پڑھے

۲۳۔ اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ ۝ — اے اللہ! مغفرت آپ کی زیادہ وسیع ہے میرے گناہوں سے، اور رحمت آپ کی زیادہ اُمید کی چیز ہے میرے نزدیک اپنے عمل سے (کلماتِ دُعا کو تین بار پڑھے)

دُعاءِ قحط

جب بارش نہ ہوتی ہو تو یہ دعاء پڑھے۔

۲۴۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا (تین مرتبہ کہے) اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا (تین مرتبہ کہے) — یا اللہ! پانی پلا دیجئے ہم کو، یا اللہ مینہ برسا دیجئے ہم پر۔

دُعا جب بادل آتا دیکھے

۲۵۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ ۝ — اے اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں۔ آپ کی اس چیز کی برائی سے جس کو لیکر یہ بھیجا گیا ہے۔

دُعا وقتِ بارش

۲۶۔ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا ۝ — اے اللہ! برسانا بارش مفید

دُعا جب بارش زیادہ ہو جائے

۴۸- اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْاٰجَامِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

اے اللہ! برسائیے آس پاس ہمارے اور ہمارے اوپر نہیں۔ اے اللہ! ٹیلوں اور جنگلوں پر، اور پہاڑوں پر، اور نالوں پر۔

دُعا جب بادل گرجے

۴۹- اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ ۔ (یا یہ دُعا پڑھے)

اے اللہ! نہ ماریے ہمیں اپنے غضب سے، اور نہ ہلاک کیجئے ہمیں اپنے عذاب سے اور معاف کیجئے ہمیں پہلے اس سے۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۔

پاک ہے وہ کہ تسبیح کرتا ہے رعد اس کی حمد کے ساتھ، اور تسبیح کرتے ہیں فرشتے اس کے خوف سے۔

دُعا جب آندھی چلے یا اندھیری ہو

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّهَا

اے اللہ! ہم مانگتے ہیں آپ سے بھلائی اس ہوا کی، اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ اور پناہ چاہتے ہیں ہم آپ کی برائی سے اس ہوا کی اور برائی سے اس چیز کی جو اس میں ہے

وَفِيْهَا وَشَرِّمَا أُمِرَتْ بِهٖ ۔ اور برائی سے اس کے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔

دُعا جب سورج یا چاند گرہن ہو

(۲۱)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اور نماز پڑھے۔ اور خیرات کرے، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے۔

دُعا جب نیا چاند دیکھے

(۲۲)

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔

اے اللہ! نکالا اس چاند کو ہم پر ساتھ برکت اور ایمان کے، اور خیریت اور اسلام کے، اور اعمال مرضیہ اور پسندیدہ کی توفیق کے، رب میرا اور رب تیرا اے چاند! اللہ ہے۔

دُعا جب شب قدر دیکھے

(۲۳)

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔

اے اللہ! آپ معاف کرنے والے ہیں، اور پسند کرتے ہیں عفو کو، پس درگزر کردیجئے مجھ سے۔

دُعا جب آئینہ میں چہرہ دیکھے

(۲۴)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ ۔

اے اللہ! آپ نے اچھا بنایا میری صورت کو پس اچھا کر دیجئے، میری سیرت کو (بھی)

دُعا جب غصہ آئے

۴۵

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے

دُعا جب نیا پھل سامنے آئے

۴۶

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا

اے اللہ! برکت دیجئے ہمارے پھلوں میں اور برکت دیجئے، ہمارے شہر میں، اور برکت دیجئے، ہمارے اس ناپ میں، اور برکت دیجئے ہمارے ناپ میں،

دُعا جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو اپنے دل میں کہے

۴۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھے اس مصیبت سے جس میں تجھے مبتلا کیا، اور فضیلت دی مجھ کو اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر ظاہر فضیلت ؛

دُعا جب کچھ گم ہو جائے، یا کوئی بھاگ جائے

۴۸

اَللّٰھُمَّ رَآدَّ الضَّالَّۃِ وَھَادِیَ الضَّلَالَۃِ اَنْتَ تَھْدِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ

اے اللہ! لوٹانے والے گمشدہ چیز کے اور ہدایت کرنے والے گمراہی سے، آپ ہی ہدایت کرتے ہیں، گمراہی سے پھیر دیجئے میرے کھوئے ہوئے

بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ	کو اپنی قدرت اور غلبہ سے کیوں کہ وہ
فَاِنَّهَا مِنْ عَطَآئِكَ وَفَضْلِكَ	آپ ہی کا عطیہ اور فضل تھا۔

دُعاء نظر بد

۴۹ جس کو نظر بد لگ جائے اس پر یہ دُعاء پڑھ کر دم کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ	اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! دور کر اس کی
حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا:	گرمی اور اس کی سردی اور اس کی تکلیف:

عمل برائے آسیب زدہ

۵۰ جس کو جن کا اثر ہوا اسے یوں اتارے،

بِالْفَاتِحَةِ وَ آلٓمّٓ اِلٰى مُفْلِحُوْنَ	پہلے سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد الٓمّٓ سے مفلحون
وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اَلْاٰيَةَ	تک اور والٰہکم الٰہ واحد کی آیت پڑھے۔ پھر اس کے بعد آیۃ الکرسی
اَلْكُرْسِيِّ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	اور سورہ بقرہ کا آخری حصہ للہ ما فی السمٰوٰت والارض
وَمَا فِي الْاَرْضِ اِلٰى اٰخِرِ	سے لے کر آخر سورت تک پڑھے۔ اور پھر اس کے
الْبَقَرَةِ وَ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ	بعد شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو سے آخر آیت تک
الْاٰيَةَ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ	پڑھے۔ اور پھر اس کے بعد ان ربکم اللہ الذی سے
فِي الْاَعْرَافِ الْاٰيَةَ وَفَتَعَالَى	لیکر آخر آیت تک (جو سورہ اعراف میں ہے)
اللّٰهُ اِلٰى اٰخِرِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَوَّلَ	پڑھے۔ اور اس کے بعد فتعالی اللہ الملک الحق سے
الصَّافَّاتِ اِلٰى لَازِبٍ وَثَلٰثَ	لیکر آخر سورہ مومنون تک پڑھے۔ اور پھر اس کے
اٰيَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ الْحَشْرِ وَاَنَّهٗ	بعد سورۃ الصافات کی شروع کی آیتیں لازب
تَعَالٰى الْاٰيَةَ مِنَ الْجِنِّ وَقُلْ	تک پڑھے اور اس کے بعد سورہ حشر کی تین آیتیں پڑھے

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ — پھر ایک کے بعد دوسری سورتیں سے واسطے تعالیٰ سے اگر سورۃ تک
پڑھے یعنی ایک کے بعد سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کر دے۔

اگر بچھو کاٹے تو یہ پڑھ کر دم کرے

۵۱

بِسْمِ اللّٰهِ شَجَّةٌ قَرْنِيَةٌ
مِلْحَةٌ بَحْرٍ قَفْطَا ؎

جل جانے اور کولا اتر جانے کا عمل

۵۲

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ — دور کر تکلیف کو اے پروردگار آدمیوں کے شفا دے
اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ — تو ہی شافی ہے نہیں ہے شفا دینے والا کوئی سوائے تیرے
اِلَّا اَنْتَ ؎

جب کسی جگہ آگ لگی ہوئی دیکھے تو اللہ اکبر بار بار کہے

۵۳

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (مکرر)

پیشاب رک جانے اور پتھری کی دعا

۵۴

رَبَّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمٰوٰتِ تَقَدَّسَ — رب ہمارا اللہ ہے وہ کہ جس کا ظہور آسمانوں میں ہے
اسْمُكَ اَمْرُكَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ — پاک ہے نام تیرا حکم تیرا آسمانوں اور زمینوں میں ہے
كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَآءِ — جیسے کہ رحمت تیری آسمانوں میں ہے اسی طرح کر لے

فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْاَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ ۔

رحمت اپنی زمین میں، اور بخش دے ہمارے گناہ اور خطائیں، تو رب ہے اچھے لوگوں کا۔ پس اتار دے ایک شفا اپنی شفاء میں سے اور ایک رحمت اپنی رحمت میں سے اس تکلیف پر۔

پھوڑے پھنسی کی دُعا

۵۵ اپنا تھوک اپنی شہادت کی انگلی پر لگائے، اور پھر انگلی کو مٹی پر رکھے، تاکہ کچھ مٹی اس پر لگ جائے، اور پھر اس انگلی کو دکھتی ہوئی جگہ پر پھیرا جائے، اور یہ دُعا پڑھتا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا ۔

حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ یہ مٹی ہے۔ ہماری زمین کی ہم میں سے ایک کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارے بیمار کو شفا ہو، ہمارے پروردگار کے حکم سے۔

دُعا برائے جملہ امراض

۵۶ ہاتھ تکلیف کی جگہ رکھے اور پڑھے بسم اللہ تین بار، پھر اس کے بعد یوں کہے،

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ۔

پناہ چاہتا ہوں اللہ کی، اور اس کی قدرت کی اس برائی سے جو پاتا ہوں میں اور جس کا اندیشہ کرتا ہوں۔

آنکھ دکھنے کی دُعاء

۵۷

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِبَصَرِي وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ وَاَرِنِي فِي الْعَدُوِّ ثَارِي وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِي ۔

یا اللہ! کارآمد رکھیے میرے نگاہ کو اور کریے اس کو باقی بعد میرے، اور دکھایئے مجھے دشمن میں بدلہ میرا اور فتح دیجیے مجھے اس پر جو مجھ پر ظلم کرے۔

دُعاء بخار

۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيرِ اَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ ۔

خدا کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے پناہ چاہتا ہوں میں اللہ بزرگ کی ہر رگ اچھلنے والی کی بدی سے اور آگ کی گرمی کے نقصان سے۔

بچے کے ڈرنے اور نظر لگنے کی دُعاء

۵۹

اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَامَّةٍ ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَلَا

پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کامل باتوں کی شیطان کے ہر شر سے۔ اس خدا کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی زمین میں، اور نہ آسمانوں میں، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور نہیں ہے قوت اور نہ طاقت

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ — مگر ساتھ اللہ برتر و بزرگ کے

دُعا۔ وقت عیادت مریض

۶۰

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ — کچھ ڈر نہیں، کفارہ گناہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ — ڈر نہیں کفارہ گناہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا اللہ

اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ ؕ — شفا دیجئے۔ یا اللہ! اچھا کر دیجئے۔

دُعا وقت موت

۶۱ جب کوئی مسلمان انتقال کر رہا ہو، تو اس کے پاس بیٹھ کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو تکرار کرے۔

دُعا جب کسی کی ماتم پرسی کی جائے

۶۲

اِنَّ لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَلِلّٰهِ مَآ اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ ؕ — اللہ ہی کا ہے جو کچھ لے لیا، اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ دیا اور سب اس کے پاس ایک مدت مقررہ کے ساتھ ہے، لہٰذا صبر اختیار کرو، اور امید ثواب رکھو۔

دُعا جب مُردے کو قبر میں اُتارا جائے

۶۳

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؕ — خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اور رسول اللہ کے طریق پر۔

دُعا جب قبرستان میں جائے

۱۳

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ؛	سلام پہنچے تم کو اے اہلِ قبور بخشیں خدا ہم کو اور تم کو اور تم آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے قدم پر ہیں۔

اَغلاطُ العوام

س: بعض باتیں لوگوں میں غلط پھیل گئی ہیں ذرا ان کو شمار کر دیجئے؟

ج: یوں تو بہت غلط باتیں مشہور ہیں۔ مگر میں ان میں سے بعض خاص خاص باتیں بتائے دیتا ہوں، بیٹے اور اپنے اعزہ میں سے ان کو نکالنے کی ترقی کے ساتھ کوشش کیجئے! وہ باتیں یہ ہیں۔

۱- مرید نی سے لوگ نکاح درست نہیں سمجھتے یہ غلط ہے۔

۲- مشہور ہے کہ ایک پیر سے میاں، بیوی مرید ہوں نہیں تو بھائی بہن ہو جائیں گے یہ بھی غلط ہے۔

۳- ایک برتن میں میاں بیوی کے دودھ پینے سے دودھ شریک بھائی بہن ہو جانے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۴- جہاؤ کی لکڑی کا استعمال لوگ درست نہیں جانتے۔ یہ بھی غلط ہے۔

۵- مسجد کا چراغ گل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے یہ غلط ہے بلکہ اگر ضرورت نہ ہو تو گل ہی کر دینا چاہئے کیونکہ بلاوجہ تیل صرف کرنا فضول خرچی ہے اور جلتا چراغ چھوڑ دینا حدیث شریف سے منع بھی ہے۔

۶۔ مشہور ہے کہ ٹنکی کا پانی پینا درست نہیں یہ بھی غلط ہے۔

۷۔ مردے کے نہلانے کو کورا گھڑا منگانا ضروری خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے اور جو کورے گھڑے منگائے بھی جاتے ہیں۔ ان کو گھر پر استعمال کرنا اچھا خیال نہیں کرتے بلکہ مسجد میں بھیج دیے جاتے ہیں یا توڑ دیتے ہیں یہ بھی غلط ہے یہ باتیں کوئی ضروری نہیں جس برتن کو چاہیں استعمال کریں۔

۸۔ بعض لوگ رات کو جھاڑو دینا منہ سے چراغ گل کرنا، دوسرے کا کنگھی کرنا اگرچہ اجازت سے ہو برا سمجھتے ہیں یہ بے اصل بات ہے۔

۹۔ یہ مشہور ہے کہ میاں، بیوی کے جنازہ کا پایا نہ پکڑے یہ بھی غلط ہے۔

۱۰۔ مشہور ہے کہ پیر سے مریدنی کا پردہ نہیں یہ محض غلط ہے۔ دین کے بالکل خلاف ہے۔

۱۱۔ مشہور ہے کہ رنج کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی سراسر غلط ہے۔

۱۲۔ بعض یوں سمجھتے کہ جس گوشت میں ہڈی نہ ہو وہ مکروہ ہے غلط ہے۔

۱۳۔ یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، دادا، دادی نانا، نانی کو کھانا درست نہیں سو یہ بے اصل ہے جو حکم قربانی کا ہے وہی عقیقہ کا حکم ہے۔

۱۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے بدن سے کپڑا وغیرہ لگ

جانے سے ناپاک ہوجاتا ہے یہ غلط ہے البتہ اگر کتے کی رال لگ جائے
یا پسینہ لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں
آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت و رنج پیش آتا ہے اور اس کے برعکس
ہونے سے خوشی پیش آتی ہے یہ بھی غلط ہے۔

۱۶۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ
کو قفل لگائے تو اس گھر کو قفل لگ جاتا ہے یعنی ویران ہو جاتا
ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔

۱۷۔ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں قرضدار ہونے کا
گمان کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۱۸۔ بعض لوگ کسی خاص دن خاص وقت میں سفر کرنے کو برا یا
اچھا سمجھتے ہیں یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے۔

۱۹۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے
اور تلوے میں خارش ہونے سے اور جوتہ پر جوتہ چڑھنے سے سفر
در پیش ہوتا ہے یہ لغو اور مہمل بات ہے۔

۲۰۔ مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن
پلکوں سے اٹھانا پڑے گا یہ بھی بے اصل ہے۔

۲۱۔ کتے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلنے کا خیال کرتے
ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۲۳۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمائی آنے پر منہ پر ہاتھ رکھنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۴۔ بعض عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ اپنے شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۴۔ بعض عورتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ رات کو ادوائن درست کرنے سے بیٹا پیدا نہیں ہوتا یہ لغو اور وایات و غلط خیال ہے۔

تمت بالخیر

تصحیح کنندہ

مولانا محمد طفیل صاحب (جالندھری)
یکے از خدام حضرت مسیح الامت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب مدظلہ۔